

مجلس ریزیہ حزب الانصار بھیرہ (مغربی پاکستان) کا ترجمان



## مجلس مرکزیہ

حزب الانصار کی پیچسویں عظیم الشان سالانہ تبلیغی

## \* کانفرنس \*

قارئین شمس الاسلام کو اس مؤردہ جانفزا سے خورشد کیا جاتا ہے کہ  
حزب الانصار کی پیچسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس تاریخ ۱۳-۱۲-۱۱ مارچ ۵۵  
مطابق ۱۵-۱۶-۱۷ رجب ۱۳۷۴ بموافق ۲۸-۲۹-۳۰ پہاگن سمت ۲۰۱۱ بروز  
جمعہ-ہفتہ-اتوار کو افشالہ العزیز جامع مسجد بھیرہ میں منعقد ہوگی جس میں  
مشائخ عظام کے علاوہ پاکستان کے بہترین خطیب و مقررین تشریف لائیں گے۔  
مندرجہ بالا تاریخوں کو ٹوٹ فرمالیں۔ خود بھی شامل ہوں اور اپنے دوستوں  
کو جلسہ کی تاریخوں سے آگاہ کریں۔

غلام حسین ناظم مجلس استقبالیہ حزب الانصار بھیرہ (پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
بِإِذْنِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
بِإِذْنِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختار احمد

مولانا الحاج افتخار احمد صاحب مجلی میر حزب الانصار بھیرہ

میدرستول

غلام حسین



سالانہ چہندہ  
عوام سے ۲/۱۰  
طلبہ سے ۲/۱۰

سالانہ چہندہ  
معاذین سے ۲/۱۰  
غیر مالک سے ۲/۱۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله الذي جعلنا من آل أبي طالب  
مجاہدین  
امیر حزب الانصار بمسیرہ (مجاہدین)

# حزب الانصار بھیرہ

## اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

**اغراض و مقاصد** { ۱، اندرون فی و بیرون فی حلوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام - ۲، اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ و احیاء و اشاعت علوم دینیہ - ۳، جریہ شمس الاسلام کا اجراء و ۴، دارالعلوم غفریہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دیتا ہے - ۵، مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کیا جا رہا ہے - ۶، عظیم الشان سالانہ کانفرنس - ۷، امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہر ماہ سالانہ تبلیغی دورہ - ۸، کتابخانہ - ۹، جامع مسجد بھیرہ کی حرمت -

### جریہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ سال ہر گزینی ماہ کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضافین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہو چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی شے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ۲، ارکان حزب الانصار کے نام جریہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ و کفایت کے انکم چار آدھ ماہ بعد یاقین تپے سالانہ مقرر ہے۔ ۳، عام سالانہ چندہ سے ۲/۱۰ معاہدین سے ۲/۱۰ طلبہ سے ۲/۱۰ مقرر ہے۔ غوثہ کا پتہ: ۴، کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ ۵، رسالہ باقاعدہ تاریخ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل ۱، ۲، ۳ میں مف ہوجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریداری کی طرف سے عینہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دیا جائیگا۔ ۶، اطلاع شے کی صورت میں قرضہ وارنہ ۷، جوابا کیے جو اپنی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہتے۔ ۸، ہندوستان شے اپنا چندہ جاسی فصل آئی عبدالحی صاحبان کمیشن ایجنٹس ذواب مسجد شریٹ بمبئی دہندہ شان، کو بذریعہ منی آرڈر رسالہ کریں دے، پیرنگ ڈاک اور خطوط پیرنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل رسالہ بنام غلام حسین ایڈیٹر شمس الاسلام بھیرہ نچاب ہونی چاہئے۔

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی پی آر سال ہو گا۔ جس کے زائد نوا جاسکے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو طلوع دیں۔

خدا دی، پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو نافع نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں +

سرخ نشان

غلام حسین ایڈیٹر شمس الاسلام

۷۸۶

# شمس الاسلام

ماہنامہ

(بھیرہ)

جلد ۲۶	جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۵۵ء	شمارہ ۲
فہرست مضامین		

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	رسائل و مسائل	"	۵
۳	سچی کہانیاں	مولانا محمد ذکریا صاحب بہار پور	۸
۴	بساتی و مرزائی	محترم ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بھیرہ	۱۰
۵	اصحاب غار	محترم احمد علی صاحب	۲۱
۶	طالب علم	مولانا عبدالقیوم صاحب ندوی	۲۶
۷	گلزارِ محمد کے پھول	مولانا محمد ذاکر شاہ صاحب	۲۸

ماہنامہ اصلاحیہ پبلشرز پرائیویٹ لیمیٹڈ کی پیشکش  
 دفتر خیرہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ شالہ ہوا

# ہم انصار کو آنف کار کردگی حزب انصار بھیرہ

**شعبہ تبلیغ :** مجلس مرکزی حزب انصار کی طرف سے تبلیغی وفد نے مندرجہ ذیل مقامات کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں محترم حضرت امیر حزب انصار بحالات طبع کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ اور وفد کی سرکردگی کے فراتر مولا ناسید غلام محی الدین شاہ ہر مقام پر نہایت استقبال کیا گیا۔ کارکنان

حزب انصار  
تمام  
خواہان  
شکر

اپنے  
بھی  
کا

مجلس مرکزی حزب انصار بھیرہ  
۲۵  
پچیسواں سال عظیم الشان  
ہم انصار کو آنف کار کردگی حزب انصار بھیرہ

جامع مسجد بھیرہ

مور ۱۱، ۱۲، ۱۳ مارچ ۱۹۵۵ء مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۳۷۴ھ

# رسائل و مسائل

(ادامہ)

اور پانی وغیرہ کا انتظام ہو گا، یا امام و خطیب اور متوذن و خادم کو تنخواہ دینا بھی جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تک مسجد کے نام سے ۱۰ اور اس میں بوقت وقف یہ تصریح نہیں کی گئی ہے کہ امام و متوذن وغیرہ کو تنخواہ بھی اس میں سے دیا جائے تو ایسی صورت میں یہ آمدنی صرف عمارت مسجد پر خرچ ہو سکتی ہے کسی قسم کی تنخواہ میں خرچ کرنا درست نہیں۔ تو کیا ان لوگوں کا یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ہر ان لوگوں کا یہ کہنا مطلقاً درست نہیں۔ وقف کی اس آمدنی سے جس طرح مسجد کی تعمیر اور پانی وغیرہ کا انتظام کرنا ضروری ہے، اسی طرح امام و خطیب اور متوذن و خادم وغیرہ کو جن سے مسجد کی معنوی آبادی ہے، تنخواہ دیکر مسجد کو آباد رکھنا ضروری ہے۔ حضرات فقہاء و کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ امام و خطیب متوذن و قراش سے مسجد کی حقیقی آبادی ہوتی ہے۔

لہذا جو وقف مسجد کے نام ہو، اس کا مطلب جس طرح یہ ہوتا ہے کہ اس کی ظاہری اورادی آبادی وقف کی آمدنی سے کیجا کر اسی طرح اس کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کی معنوی آبادی بھی اس آمدنی سے ہوتی ہے۔ فی الدار المختار و میں آمن غلبتہ بعاسرہ، ثم ما هو اقرب لعاسرہ کا امام مسجد و مدبر اس مدبر ساسۃ یحطون بقدر کفایتہم ثم السراج و البساط کلا لک الی آخر المصالح و تمامہ فی البحر (وان لم یشرط الواقف) لبشوتہ اقتضاء الخ

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے، قوله ثم ما هو اقرب لعاسرہ الخ اسی فان انتهت عمارتہ و فضل من الغلۃ شئ یداب ما هو اقرب الی العاسرۃ و هو عمارتہ المعنویۃ الیٰ ہی قیام شاطرہ الخ۔ (شامی ج ۲ صفحہ ۲۸)

سوال: ہر میں نے ایک دکاندار سے ۸ برس کے بچے کیلئے ایک ٹوپی خریدی اور قیمت ادا کر دی۔ اس وقت میں نے یہ ذکر بھی کر دیا تھا کہ اتنی عمر کے بچے کے لئے خرید رہا ہوں۔ گھر اگر وہ بچے کے سر پر رکھ دی تو وہ بہت چھوٹی ہے۔ میں اسے واپس کرنا چاہتا ہوں مگر دکاندار واپس لینے سے انکار کرتا ہے۔ ٹوپی میں کسی قسم کا نقص نہیں آیا۔ کیا شرعاً مجھے واپس کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب: ہر صورت مندرجہ بالا میں جبکہ خریدنے کے وقت یہ تصریح کر دی گئی تھی کہ اتنی عمر کے بچے کے اور ہنسنے کے لئے خرید رہا ہوں۔ اور وہ ٹوپی اس بچے کے استعمال کے قابل نہیں ہے۔ اس میں کوئی نقص بھی نہیں آیا۔ تو آپ دکاندار کو واپس کر سکتے ہیں اور شرعاً وہ مجبور ہے کہ واپس لیکر قیمت دیدے۔ کوئی بیع کو شتری کی غرض و مطلوب کے مطابق نہیں تو یہ بھی اس بیع کیلئے اس شتری کے لحاظ سے ایک عیب ہے۔ اور عیب کی بنا پر شتری واپس کرنے کا حق رکھتا ہے۔ علامہ شامی نے عیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: والضابط عند الشافعیۃ انہ المنقص للقیمۃ او ما یفوت بہ غرض صحیح بشرط ان یکون الغالب فی امثال المبیع عند مہ..... قال فی البحر وقواعد نالاً تا بالہ

المعامل۔ پھر علامہ شامی نے فتاویٰ خانہ سے اس قسم کی مثالیں تفصیل کے ساتھ دی ہیں۔ جن میں محض روکا حکم دیا جاتا ہے کہ بیع شتری کی غرض کے مطابق نہیں۔ اور اسی طرح بڑے سے مثالیں نقل کر دی ہیں۔ احسان میں ایک یہ بھی ہے، ہر وضیہا ایضاً اشتری ثوباً و حقاً و فلسوفۃ فوجدہ صغیراً لہ الرداد اسی لاند لا یصلح لہما ضلہ۔ (شامی ج ۲ صفحہ ۲۸)

سوال: ہر چند دکانیں اور کچھ مزدورین ایک مسجد کے نام وقف ہے۔ کیا اس وقف کی آمدنی سے صرف مسجد کی تعمیر و مرمت



در مختار میں اسی طرح ایک دوسری عبارت ہے، الشعاۃ التي تقدم شرطاً لمد الشراط بعد العاۃ هي اما مخطيب ومد سراس ووقاد وفلاش ومووفن ومناظم وثمان زيت وقناديل وحصر وماء وضوء وكلفة نقل للميضأة الخ - قال العلامة الشافعي قوله التي تقدم اي على ليقية للتحققين بعد العاۃ الضمير وسأيت (شامی ج ۳ ص ۲۱۰) اس سندر پر علامہ شافعی نے بڑی شرح و تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے۔ الغرض تنخواہ کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ فقط۔

سوال :- ہمارے ہاں تیل کا کارخانہ ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں تیل تو تیار موجود نہیں ہوتا۔ لیکن بولہ کافی مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم کسی تاجر سے تیل کا بھاؤ طے کر کے سودا کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہہ دیتے ہیں کہ پچاس روپیہ من کے حساب سے دو سو من تیل ہم آپ کو مینا کر دیں گے۔ تین دن کے بعد دفنانہ میں من تیل ہم آپ کو دیتے رہیں گے۔ اس صورت میں کچھ رقم مثلاً ہزار پانچ سو بٹوہ پیشگی لی جاتی ہے۔ اور باقی کا حساب کچھ حصہ مال پہونچانے یا کل مال پہونچانے کے بعد ہوتا ہے۔ تو بتائیے، کیا ایسا مباح کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

اجواب :- مندرجہ بالا صورت میں شرعاً بیع تو نہیں ہوتی۔ کیونکہ بیع مطلق تو اس لئے نہیں کہ وہ تیل جو بیجا جا رہا ہے ابھی بائع کے پاس موجود ہی نہیں ہے۔ اور بیع سلم اس لئے نہیں، کہ سلم کے جواز کے لئے جو شرائط فقہاء کرام نے ذکر کی ہیں، ان میں سے بہت سی شرطوں کا اس معاملہ میں ذکر نہیں۔ سلم میں میعاد کا کم از کم ایک مہینہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں تین دن کے بعد دفنانہ پیشگی کی ادائیگی کا ذکر ہے۔ سلم میں ضروری ہے کہ تمام ثمن اسی وقت مجلس عقد ہی میں بائع کو ادا کر دیا جائے۔ اور یہاں صرف تھوڑی سی رقم دی جاتی ہے۔ سلم میں یہ تصریح بھی ضروری ہے کہ بائع وہ مبیع کسی

جگہ لیکر مشتری کو حوالہ کرے گا۔ اور یہاں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ الغرض شرائط سلم نہ ہونے کی وجہ سے یہ بیع سلم بھی نہیں ہے۔ اس لئے اس معاملہ کو اصول شریعت کے مطابق ہم بیع نہیں کہہ سکتے۔ اور اس پر بیع کے احکام بھی مترتب نہیں کئے جائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ اس کو ایک باہمی معاہدہ کہہ لیجئے۔ روزانہ جس قدر تیل کارخانہ دار تاجر کو دے گا، اس وقت از سر نو بات چیت کی جائے۔ اور سابقہ معاہدہ کی بنا پر آپس میں رضائیت سے پچاس روپیہ من کے حساب سے ثمن مقرر کر کے تیل خرید کر لیا جائے۔ پھر ثمن خواہ اس وقت ساری کی ساری ادا کر دے یا کچھ حصہ بعد میں ادا کرے۔ لیکن ہر روز اس طریقہ سے بیع متعارف کی صورت میں بیع صحیح ہو جائیگی۔ چونکہ پہلے بیع نہیں ہوتی لہذا فریقین میں ہر ایک کو قصداً یہ حق حاصل ہے کہ تیل خریدے۔ یا خریدے۔ فقط۔

سوال :- ہر روزی والوں کے ہاں چور سائز بنیان کی ایک اصطلاح ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک بنیان جو واقعہ میں مثلاً تیس نمبر کے سائز کا ہوتا ہے، لیکن کچھ فرسے ہوتے ہیں، جس پر چڑھا کر اُسے بڑا کر دیتے ہیں اور اس طرح اسے مثلاً چونتیس نمبر کے سائز کا کر دیتے ہیں۔ اور اس پر ۳۲ نمبر لگا دیا جاتا ہے۔ کارخانہ والے جب بازار کے دکانداروں کو دیتے ہیں تو کبھی کہہ بھی دیتے ہیں کہ یہ چور سائز ہے، جس کا مطلب وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ واقعہ میں تیس نمبر کا ہے۔ اور اگر کبھی زبان سے نہ بھی کہا جائے تو دکاندار تجربہ و علم کی بنا پر خود سمجھ لیتے ہیں کہ یہ چور سائز ہے۔ آگے دکاندار جب بیچنے ہیں تو خریدار اور استعمال کرنے والوں کو اس کا کچھ پتہ بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ اسے زبان سے یہ بات سمجھائی جاتی ہے، لہذا وہ تو اسکو واقعہ میں چونتیس نمبر تھیں کر کے خرید لیتا ہے اور پھر لیتا ہے۔ لیکن جب پہلی دفعہ اسے دھویا جاتے تو وہ سکڑ کر اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے۔ اور ۳۰ نمبر کا رہ جاتا ہے۔ اور پھر اس شخص کے استعمال کے قابل نہیں رہتا جس کی چھاتی کیلئے

۳۳ نمبر زوری ہے۔ آج کل پاکستان میں عموماً کارخانوں کے بچے چور سائز تیار کرتے ہیں۔ جاپانی اور دوسرے غیر ملکی بنیادوں میں یہ بات نہیں ہوتی۔ وہ ٹھیک اسی نمبر کے ہوتے ہیں جو اس پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو کیا ہوزری کے کارخانوں کا یہ بتالینا جائز ہے یا نہیں؟ وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہم تو دکانداروں پر بیچتے ہیں، انکو تو حقیقت حال کا علم ہوتا ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ جاپانی کپڑا ایلین وغیرہ بھی دھونے کے بعد سکڑ جایا کرتا ہے۔ اسی طرح کھڈی کے کپڑے بھی دھونے کے بعد کچھ گھٹ جایا کرتے ہیں، تو بنیان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ کیا یہ تاویل درست ہے؟ بقیہ توجہ روا۔

**الجواب:** ہر بقیہ چور سائز بنیان بنانا ایک دھوکہ اور ہوزری ہے۔ اور اس کے جواز کے لئے اس قسم کی کرکیک تاویلیں سینہ زوری ہے۔ جو چیز واقعہ میں ۳۰ نمبر کے سائز کی ہے، پہنچ مان کر زور سے اسے ۳۴ نمبر کر دینا اور پھر اس پر ۳۴ نمبر لکھ کر خریدار کو یہ یقین دلانا کہ یہ ۳۴ نمبر ہے۔ یہ بالکل دھوکہ اور فریب ہے۔ خود یہ کام کرنے والے اپنے دل سے پوچھ لیں۔ کہ آخر وہ یہ کام کرتے کیوں ہیں۔ کیا ان کے سامنے یہ چیز نہیں ہوتی کہ معمولی چیز ۵ چیز کے نام سے دھوکہ دیکر عمدہ چیز کی قیمت وصول کریں۔ دکاندار کو اگر علم ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ دکاندار تو وہ چیز کا عمدہ دار ہی کی لگائی ہوئی قمر و نمبر کے سہارے اور اعتماد پر آگے خریدار پر زور دیتا ہے۔ اس کا مطلب تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ گاہنہ دار کے ساتھ دکاندار بھی اس چور بازار ہی میں شریک و معاون ہے۔ اور دونوں مجرم ہیں۔ پاکستان کے ان مسلمان تاجروں اور کارخانہ داروں کو دوسرے ملکوں کے کافروں سے شرم آنی چاہئے تھی کہ جب وہ یہ دھوکہ نہیں کرتے اور اپنی اس صفائی اور معاملہ میں راستگی کی وجہ سے بازار پر قبضہ کرتے ہوئے ہیں۔ تو یہ کیوں اپنی قوم سے اپنے بازاروں میں یہ فریب دہی کر کے ملکی صنعت کو بدنام کر رہے ہیں۔ چاہئے

تو یہ تھا کہ پاک ملک کے یہ پاکباز مسلمان ان سے بڑھ کر دیتا و استبازی کا ثبوت دیتے۔ گرافوس کہ آج کل ہم ہر میدان میں دوسروں سے پیچھے ہیں۔ ایلین وغیرہ پراس کو قیاس کرنا ہرگز درست نہیں۔ وہاں تو کپڑے کی اصل ساخت ہی اس نوعیت کی ہے کہ دھونے کے بعد وہ سکڑ جایا کرتا ہے۔ کپڑا تیار ہو جانے کے بعد قصداً محض بڑھانے کی خاطر اس میں تصرف نہیں کیا جاتا۔ ان کو جاپانی بنیادوں پر قیاس کرنا چاہئے تھا۔ ہر حال چور سائز بنیان تیار کرنا اور زائد نمبر لگانا ناجائز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَن غَشَّتا فلیس مِنَّا کے مطابق وعید کا موجب ہے۔

**سوال:** ہر ہم افغانستان کے لوگ سردی کے موسم میں چار پانچ مہینے پنجاب کے اضلاع میں بسر کرتے ہیں۔ لیکن کسی ایک گاؤں یا قصبہ و شہر میں مستقل قیام نہیں ہوتا۔ تجارت کا مال لیکر ایک خاص علاقہ کے دیہات میں ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ مثلاً ضلع لائل پور کی تحصیل سمندری میں چار مہینے اس طرح گزارتے ہیں کہ ایک دو تین ایک گاؤں میں گزار دیں پھر وہاں سے مال ساتھ لیکر تین چار میل کے فاصلہ پر کسی اور گاؤں میں گئے۔ اور دو تین دن گزارے۔ پھر اس سے آگے دو تین میل فاصلہ پر گئے۔ پھر لائل پور آئے، ایک دو رات ہے مال خریدا۔ پھر کسی گاؤں میں گئے۔ غرض اسی طرح پانچ پانچ چھ چھ ماہ تک ہم گزار لیتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا ہم شرعاً مسافر ہوں گے اور قصر کریں گے۔ یا مقیم شمار ہوں گے اور پوری نماز ادا کریں گے؟

**الجواب:** ہر جب آپ لوگ کسی ایک بستی میں بندہ دن سے زیادہ مستقل قیام کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اور مختلف آبادیوں اور دیہات میں پھرتے رہتے ہیں، تو شرعاً آپ کی حیثیت مسافر کی ہے۔ خواہ اس طرح سال کیوں نہ گذر جائے۔ آپ مسافر ہوں اور نماز قصر پڑھیں گے۔ ۴

# سچی کہانیاں

مسلمانوں کی نئی اور دنیاوی فلاح و بہبود کا ذخیرہ  
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپور

مجھ پر ہو (تذکرۃ الحفاظ)

۱۔ (علمی و لولہ اور اس کے اعمال)

اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چرا دارا علا و کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی شغل میں ہر وقت منہمک تھے اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا اسکو پھیلانا پونچھنا ہی ہرگز مشغلہ تھا۔ لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی وہ حضرات ذیل ہیں۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عبدالرحمن بن عوف، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، عمار بن یاسر، حذیفہ، سلمان فارسی، زید بن ثابت، ابو موسیٰ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین (تفصیل)

فائدہ یہ ان حضرات کے کمال علم کی بات ہے کہ حضور کی موجودگی میں یہ لوگ اہل فتویٰ شمار کئے جاتے تھے۔

۲۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق نے پانسو احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں دیکھا کہ وہ نہایت بیچین ہیں۔ کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے؟ عرض تمام رات اسی بیچینی میں گذری۔ اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں اٹھالا۔ میں لیکر آئی۔ آپ نے انکو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کیوں جلا دیا؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ میں ایسا نو کہ میں چراؤں اور یہ میرے پاس ہوں، اس میں وہ مردوں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے مقبرہ سمجھا ہو۔ اور وہ واقع میں مقبرہ نمو۔ اور اسکی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو، جس کا وبال

فائدہ حضرت ابو بکر صدیق کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ انھوں نے پانسو احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا۔ اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ کا حدیث کے بارہ میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔ جو ممبروں پر بٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت ابو بکر ہر وقت کے حاضر باش، سفر حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق۔ صحابہ کہتے ہیں، ہم میں بڑے عالم حضرت ابو بکر تھے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد جب بیعت کا قلعہ پیش آیا اور حضرت ابو بکر نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہیں چھوڑی جس میں انصار کی فقیہیت آئی ہو، اور حضرت ابو بکر نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور تھا۔ اور احادیث کس قدر یاد تھیں۔ مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپسے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

۳۔ مصعب بن عمیرؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ جو سب سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی، تعلیم اور دین کے سکھانے کے لئے بھیجا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے، لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھاتے تھے۔ اسعز بن زرارہ کے پاس ان کا قیام تھا۔ اور مہتری



لیکن یہ پہلے سے واقف تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے۔ اور ان لوگوں میں تھے جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔ تمہد میں آٹھ دالوں میں قرآن پاک کے ختم کرنے کا اہتمام تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیکر کہا؟ حضور نے فرمایا ہاں، تمہارا نام لیکر کہا۔ یہ سنکر فرط خوشی سے رونے لگے۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جندب بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مسجد نبوی میں حدیث پڑھا نیوالے متعدد حضرات تھے۔ اور شاگردوں کے حلقہ متفرق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر اساتذ کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں پر گزرتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا۔ جن میں ایک صاحب مسافرانہ ہئیت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کون بزرگ ہیں، بتایا کہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعب ہیں۔ میں ان کے حلقہ میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے۔ میں بھی پیچھے ہولیا۔ وہاں جا کر دیکھا ایک پرانا سا گھر فستہ حالت نہایت معمولی سامان، زائدانہ زندگی۔

حضرت ابی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا امتحان لیا۔ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کونسی ہے؟ میں عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضور نے دوبارہ سوال کیا مجھے ادب مانع ہوا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا، میں نے عرض کیا آیت الکرسی، حضور خوش ہوئے اور فرمایا اللہ مجھے تیرا عالم مبارک کرے۔

(پڑھا نبی اللہ مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ سعد بن محاذ اور اسید بن خفیر یہ دونوں سرداروں میں تھے۔ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ سعد نے اسید سے کہا کہ تم اسعد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پر دیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو جو ہمارے ضعیف لوگوں کو جو قوف بنانا ہے، ہرکاتا ہے۔ وہ اسعد کے پاس گئے۔ اور ان سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اسعد نے کہا کہ تم ان کی بات سن لو۔ اگر تمہیں پسند آئے قبول کر لو، اگر سننے کے بعد ناپسند ہو تو دھکے کا مضائقہ نہیں۔ اسید نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے۔ سننے لگے، حضرت مصعبؓ کے سلام کی خوبیاں سنائیں۔ اور کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں۔ حضرت اسید نے کہا کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو، ان لوگوں نے کہا تم نماؤ، پاک کپڑے پہنو اور کلمہ شہادت پڑھو۔ حضرت اسید نے اسی وقت سب کام کئے اور مسلمان ہوئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بنو الاشہل کے پاس گئے۔ ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سب افضل اور بہتر ہو۔ اس پر سعد نے کہا کہ مجھے تمہارا مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے، جب تک تم مسلمان نہوجاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ۔ ان کے اس کہنے سے قبیضہ اشہل کے سب مرد و عورت مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت مصعبؓ ان کو تعلیم دینے لگے۔ (تلفیح)

ف: صحابہ کرام کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا وہ مستقل ایک مبلغ ہوتا۔ اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی اس پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اس کی زندگی کا ایک مستقل کام تھا۔ جس میں نہ کھیتی باغ تھی، نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔

حضرت ابی بن کعبؓ مشہور صحابہ اور مشہور قادیوں میں ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا۔ اسلام کے بعد اس کا چرچا ہوا۔

# بہائی مہزائی

(محترم ڈاکٹر خواجہ محمد ایوب صاحب بیرونی حال سکھر)

ناظم الانبیاء سرکارِ دو عالم حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قریشی، کسی ملک، کسی قوم، کسی شہر میں کوئی نبی ناسلی بروزی، تشریفی، غیر تشریفی نہ آیا ہے، نہ موجود ہے، نہ آئندہ آئیں گے۔ جملہ مسلمانانِ عالم کا یہی عقیدہ حضور کے بعد رہا ہے اور آئندہ رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اگر ہم اس عقیدہ میں معمولی تغیر و تبدل خیال کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کا اجراء سمجھتے ہیں تو یہ شیطانِ وسوسہ ہے۔ جس کو قرآن حکیم، احادیثِ صحیحہ اور مذہبِ اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ حضور کی حیات مبارکہ اور جلیل القدر اصحابِ رسولؐ کی موجودگی میں میلہ کتاب، اسود غنی سیاح وغیرہ جھوٹے مدعیانِ نبوت دعوائے نبوت کر کے اصحابِ رسولؐ کے ہاتھوں کفرِ کدار کو پہنچ چکے ہیں۔ اودان کے بعد کے قرون میں جھوٹے مدعیانِ نبوت بھی زمانے اور وقت کے حالاسکے پیش نظر اس دعوائے باطل کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ سب آفریقہ جو صوبہ پنجاب میں پیدا ہوا، اس کی تردید میں علمائے حق نے اس قدر تردیدی لٹریچر لکھا ہے کہ مسلمانانِ ہند جو باہر بیسکن

لٹریچر لکھ کر گزشتہ ستر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ ایک آیت چھوٹ گئی۔ حضرت ابی نے نماز میں رکعت چھوڑنے کا ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا، حضورؐ ابی سے عرض کیا، میرے بتایا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا بھی یہ مان تھا کہ تم ہی سے بتایا ہو گا۔ (مسند احمد)

فہرستِ احادیث، جو اس خطبہ شریف اور قرآن پاک کی غصہ منہ ہاتھ حضورؐ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں حضورؐ کا کوئی باس میں جس میں شریک نہ ہو +

مسلمانانِ پنجاب خصوصاً اس دعوائے باطل سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔ علمائے اسلام نے مرزا صاحبؒ پنجابی کے دعوائے کی قلعی بخوبی کھول کر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعوائے میں جھوٹے اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کی صفِ آخر میں مقام رکھتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ مرزا صاحب کو نئے زاویوں سے اور نئے انداز فکر سے علم و عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے قبل شرافت مرزا نامی ایک کتاب لکھی تھی، جس کے اقتباسات رسالہ شمس الاسلام میں تقسیم ہند سے قبل شائع ہو چکے ہیں۔ مرزائی امت کے اس وقت میرے سلسلہ مضامین کی تردید کی تھی۔ اور نہ آئندہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔

اب یہ سلسلہ مضامین بھی قارئین کی دلچسپی کے لئے اچھوتا اور نہایت دلچسپ پیش خدمت کرتا ہوں جس کے متعلق بہت کم لٹریچر قارئینِ کرام کی نگاہ سے گذرا ہو گا۔ اور چونکہ امت مرزائیہ کے لئے یہ سلسلہ علمی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے قارئین اس کو پڑھ کر یقیناً محظوظ ہو گئے۔ سطور بالا میں عرض کیا جا چکا ہے۔ امتِ محمدیہ کا

عقیدہ یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد مدعی نبوت کا فرد نہ بن سکتا ہے۔ لیکن اس عقیدے کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جناب مرزا صاحبؒ پنجابی نے مسلمانوں پر اپنی نبوت کو مسلط کرنے کے لئے وہ سب کچھ کیا جو ہر اعتبار سے لائقِ ملامت ہے۔ مرزا

صاحبؒ پنجابی نے اپنی نبوت کو منوانے کے لئے یا زبردستی ٹھونسنے کیلئے اپنے پیشرہ جناب علی محمد باب اور جناب بہاء اللہ صاحب کے عقائد، خیالات اور دعوائے میں ترمیم و

مسیح کے عوام کے سامنے اپنے نام کا یسے لگا کر پیش کر دیا۔  
 علی محمد باب اور بہاء اللہ دو جھوٹے مدعیان نبوت ایران میں  
 پیدا ہوئے۔ جو اپنے تئیں مہدی مسیح موعود وغیرہ کہتے ہیں  
 کلام پاک کو منسوخ اور نئی شریعت کے اپنے تئیں عامل سمجھتے  
 ہیں۔ آخرت کے قائل مگر قیامت اخروی کے منکر ہیں۔ اور  
 کہتے ہیں کہ قیامت کے معنی قائم ہونے کے ہیں۔ ہر ایک نبی کے  
 زمانے میں ایسی قیامت قائم ہو جاتی ہے کہ پہلی امتیں جو نئے  
 رسول کی انکاری ہوتی ہیں وہ مرجاتی ہیں۔ اور نئی امت جو اتباع  
 رسول کرتی ہے وہ زندہ رہتی ہے۔ اور یہی قیامت ہے جو  
 ہر ایک نبی کے آنے کے بعد قائم ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔  
 انبیائے کرام کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ اور الہامات کی  
 بارش کے قطرات الفاظ کے جام میں پیش کرتے ہیں۔ (ان کی  
 زندگی کے حالات انشاء اللہ آئندہ فرصت میں پیش کروں گا)  
 اس مضمون میں مرزا صاحب آنجنابی کے ان بلند بانگ  
 دعاوی کو پیش کرنا مقصود ہے۔ جو حقیقتاً وہ بار بار پیش کرتے  
 رہے ہیں۔ لیکن وہ علی محمد باب اور بہاء اللہ کے لئے ہوئے  
 خیالات ہیں۔ ان خیالات کے اظہار کے بعد ان ہر دو پیشرو جھوٹے  
 مدعیان نبوت کی موجودگی میں مرزا صاحب کی نبوت کا چراغ  
 ایک ہی ہوا کے جھونکے میں بجھ کے رہ جاتا ہے۔ یہ ہر دو جھوٹے  
 مدعیان نبوت مرزا صاحب آنجنابی سے قریباً پچاس سال پہلے  
 پیدا ہوئے۔ اور مجددیت مسیحیت مسیح موعود وغیرہ  
 متعلق بہاء اللہ صاحب نے اس قدر علمی دنیا میں اجولے نبوت  
 کا ذخیرہ چھوڑا کہ مرزا صاحب کی نبوت کے کاروبار چلائے  
 کیلئے وہ کافی تھا۔ اس تمہید کے بعد میں مرزا صاحب آنجنابی  
 کے ان دعاوی کو پیش کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی مسیحیت کی  
 دھونس چاٹنے کیلئے بار بار پیش کئے ہیں۔ مگر قسمت سے جناب  
 علی محمد باب صاحب اور جناب بہاء اللہ صاحب جیسے جھوٹے  
 مدعیان نبوت کے دعووں کے بعد مرزا صاحب کی نبوت کا  
 گھر و نڈازین پر آگرتا ہے

مرزا صاحب آنجنابی کا ایک شعر ہے

وقت ہے وقت سیحان کسی اد کا وقت

میں نہ لسا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(درفین از زلال مسیح)

یعنی مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ وقت ایسا وقت

ہے کہ اس وقت مسیح موعود کا آنا ضروری ہے۔ اور ہر

فرمانے ہیں کہ اگر میرا مسیح موعود کا دعویٰ نہ ہوتا تو یقیناً کسی

دوسرے کا ایسا ضرور دعویٰ ہوتا۔ لیکن چونکہ کسی دوسرے

کا ایسا دعویٰ نہیں ہے، اس لئے میں ہی مسیح موعود ہو

سکتا ہوں۔ اسی دعویٰ کا وہ بار بار اعادہ فرماتے ہیں، اور

کہتے ہیں

ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بجز عاجز کے کسی نے مسیح

موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ (دشان آسمانی ایڈیشن ثانی)

اور اسی کتاب کے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ تیرہ سو برس سے آج تک

بجز اس عاجز کے نہیں کیا کہ عیسیٰ موعود میں ہوں

(۱۲) اذالۃ اللوہام ایڈیشن ثالث صفحہ ۲۶۶ پر تحریر فرماتے

ہیں کہ ”مکاشفات اکابر اولیاء لاتفاق اس بات پر شاہد ہیں

کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی سے پہلے یا چودھویں

صدی کے سرچ ہو گا۔ اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔ اور

ظاہر ہے کہ اس وقت میں بجز اس عاجز کے اور کوئی شخص

دعوہ یا اس منصب کا نہیں ہوا“

(۱۵) اسی کتاب ازالۃ اللوہام ایڈیشن ثالث صفحہ ۲۶۶ پر آگے

جلی کر تحریر فرماتے ہیں کہ ”انما نجد ایک یہ ہے کہ یہ عاجز

ایسے وقت میں آیا ہے جس وقت میں مسیح موعود آنا

چاہئے تھا۔ ..... اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت

جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے، کسی نے بجز اس عاجز

کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں“

(۱۶) تحریر فرماتے ہیں کہ ”وہ مسیح موعود جس کو اسکی

قوم کا فرکیگی۔ اور اس کی تکذیب کر گئی۔ اور اس کو سب مخلوق سے بدتر سمجھ گئی۔ اور اس کا نام دجال اور ملحد اور گمراہ رکھ گئی جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے عیسیٰ کا نام رکھا تھا۔ اب بتلاؤ کہ وہ کون ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور تم نے اس کو کافر کہا اور اس نے ناموں سے پکارا۔ (خطبہ اہماتہ) نور الحق حصہ دوم ص ۱۷ پر لکھتے ہیں کہ ”دوسرے ملکوں میں ایسے شخصوں کا پتہ نہیں تھا۔ جس نے جدی الزمان اور مرسل الرحمن ہونے کا دعویٰ کیا ہو“

(۸) نور الحق حصہ دوم ص ۱۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ”پھر یہ بھی تم پر پوشیدہ نہیں کہ بلا دعرب اور شام ایسے مدعی کے وجود سے خالی ہیں۔ اور ان اطراف میں ایسے مدعی کا نشان نہیں پایا جاتا۔ مگر تم جانتے ہو کہ میں کئی برس سے باعرب العلمین کہہ رہا ہوں کہ میں مسیح موعود اور جدی مسعود ہوں“

یہ نمونہ مشے از خروائے مرزا صاحب آنجھانی کے دعا کا ہے۔ اور انہیں دعووں پر مرزا صاحب کی نبوت کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ اگر ان دعووں کو باطل اور غلط ثابت کر دیا

جائے تو مرزا صاحب کی پوری مسیحیت غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ قبل عرض کیا جا چکا ہے، کہ علامہ اسلام نے علمی اعتبار سے حجت تمام کر دی ہے کہ حضور کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت جھوٹا ہے۔ چاہے وہ ایران میں پیدا ہوا ہو یا قادیان میں۔ لیکن قادیانی امت کے لئے ایرانی کذاب اکبر کا دعوائے نبوت پیش ہونے کے بعد نیا مسئلہ پھڑپھڑاتا ہے۔ ہمارے نزدیک تمام مدعیان نبوت جو حضور کے بعد دعوائے نبوت کریں جھوٹے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب آنجھانی کی امت کیلئے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک سلسلہ نبوت جاری ہے۔

آئیے! نئے زاویے سے جو باقی امت کا پیش کردہ ہے، مرزا صاحب کی صداقت کو جانچنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ کھوٹے اور گھڑے سونے کو پر گھنے کیلئے ہندوستان

یا ایران کی کسوٹی میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔ کھڑا سونا ہر ایک کسوٹی پر کھنکھنے کے بعد کھرا ہی ثابت ہوگا۔ اور کھوٹا ہر حال کھوٹا ہی نکلتے گا۔ مرزا صاحب آنجھانی کے مندرجہ بالا دعویٰ کو دیکھنے کے بعد ناواقف حضرات دھوکا کھا سکتے ہیں۔ کہ اگر واقعی نبوت جاری ہے اور مسیح موعود کے آنے کا وہی وقت تھا جو مرزا صاحب نے نشان دہی فرمائی ہے، تو مرزا صاحب کے علاوہ چونکہ بقول مرزا صاحب کسی نے دھوٹے مسیحیت نہیں کیا۔ لہذا یہی مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ

وقت ہے وقت مسیحانہ کسی اور کا وقت

میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

باب ہما واللہ: لیکن امت مرزائیہ یہ سنکر یقیناً ہلکی ہوگی کہ اس کوچہ کے روپرو صرف غلام احمد قادیانی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے تقریباً نصف صدی پیشتر وہ قبتی ایران میں اسی قسم کے دعوے پڑے زور شور سے مرزا جی سے قبل ہی کر چکے ہیں۔ حالانکہ مرزا جی بار بار یہی فرماتے ہیں کہ ایسا دعویٰ اس عاجز سے پہلے کسی نے کیا ہی نہیں۔ اور اگر دعویٰ ہی دلیل صداقت ہے تو ایماندار ہی سے امت مرزائیہ کا یہ فرض ہے کہ وہ مرزا جی کا دامن چھوڑ کر ان سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کا دامن پکڑ دیں۔ کیونکہ مرزا جی چشمہ معرفت پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر

(مدعی) سچے کا نور جب پھیل چکے ہے، تب جھوٹے مدعی اس کی روشنی میں اپنا دعوائے نبوت پیش کر دیا کرتے ہیں“ یہ مرزا جی کی ایسی تصدیق ہے کہ ہمارے اللہ کے شریک بغلیں بجا بجا کہتے ہیں کہ ”حضرت ہمارے اللہ کا مرزا صاحب قادیانی سے پچاس برس پہلے اپنے ادعا میں تقدم و سبقت اور پیشی رکھنا خود انہی حقیقت اور سچائی اور حجت پر دلیل مبرم اور برہان محکم و روشن ہے۔ جس سے صریح پایا جاتا ہے، فقط آپ (حضرت ہمارے اللہ) دنیا کے سب ادعا کرنے والے مدعیوں کے مقابل میں سبکداع و مانع اور ہٹانے اور مٹانے



فائے ہیں۔ (جواب لکچر جناب قادیانی مشہور)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر ہے کہ حضرت ہماؤ اللہ نے جو سب مدعیوں سے پہلے اپنا منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ ظاہر فرما دیا ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی اور ان کے جیسے سر مدعی جو مدویت اور مسیحیت کی مثلثیت یا بر فرض بغیر مثلثیت کے ادعا کرتے ہیں، درحقیقت وہ اپنے ادعا میں حضرت ہماؤ اللہ کے قول کی تائید اور متابعت اور محض پیروی کرتے ہیں۔ حضرت ہماؤ اللہ کا ادا مطلق ظہور اسی کے نام سے ستر سال سے ظاہر ہے۔ اور میرزا صاحب قادیان کے دعویٰ حضرت ختمی مآب کی امت کے قید و تحدید کے ساتھ بقول خود جناب مرزا صاحب ۲۲ سال سے ہے۔ حضرت ہماؤ اللہ کے خدائی ظہور کی شہرت بلا توسط تلامیذ اور بدون دستیاری جرائد و اخبارات مجملہ جات ”ریو یو آف ریلیجن“ وغیرہ کلا طرف عالم میں مشہور و منتشر ہے۔ اور ہر شہر و ہر مملکت میں ان کی پیروی کرنے والے ہر ایک قوم و ملت کے سینکڑوں موجود ہیں۔ مگر جناب مرزا صاحب کا دعویٰ باوجود زور و دینار اور موجودگی اسباب نشر و انتشار اور مشارکت تلامذہ واقف اسرار و حکم و خلیفہ ہوشیار سرحد ہند و ستان سے باستثنائے چار پانچ سال کے کب باہر گیا ہے۔ بعلاوہ مرزا صاحب موصوف کی بحث کا موضوع تو حضرت مسیح بن مریم کا مرنا اور یوذا کے مقبرہ کشمیر میں مدفون ہونا ہے۔ کیا خوب کتنا ہر شاعر ۵ عکس روتے تو چو در آئینہ جام افتاد صوفی از پر توئے در طبع خام افتاد

دوسرے مدعیوں کو ہم حضرت ہماؤ اللہ کے امر کے پھیلنے اور مٹانے والے جیسی سمجھتے کہ وہ حضرت ہماؤ اللہ سے کچھ آثار و شئون و صفات حقہ ہمارا لاتے اور تقدم زمانی بھی رکھتے۔ اور ان کے دعوے کرنے سے پہلے مدعی ہوتے۔ جب سب کا دعویٰ حضرت ہماؤ اللہ کے دعوے کرنے کے بعد ظہور میں آیا ہے۔ اور غیر مکن نظر آتا ہے تو مدعی حق و باطل کے

تمیز دینے کے لئے خدا کی پائندہ زندگی کی قسم فقط یہ ایک ہی فری مسئلہ کافی ہے۔

امت مرزائیہ بتاتی فرقے کی اس حکم دیں گا اگر کوئی معقول جواب ہو سکتا ہے تو پیش کرے۔ اخلاقی دلائل کام لیتے ہوئے مرزائیوں کو یہ ماننا پڑے گا کہ اگر بالفرض سلسلہ نبوت جاری ہی تسلیم کیا جائے تو آپ کے مرزا صاحب کے سر پر بھی نبوت کی دستار زیب نہیں دیتی۔

میرے مضمون کا یہ حصہ ادھورا رہ جائیگا۔ اگر میں باب اور ہماؤ اللہ کے ان دعاوی کو مرزا جی کے دعاوی کے مقابلے میں نقل نہ کر دوں، جو انہوں نے مرزا جی سے بہت پہلے کئے تھے۔ اور مرزا جی نے وہ خیالات نہایت صفائی سے ان پر دو مدعیان باطل سے لے لیے ہیں۔

ایران کے پہلے مفسر ”باب“ کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ ”اے شیخ، علی! ہم نے تجھے برگزیدہ کیا اپنے حکم سے اور تجھے وہ فرشتہ بنایا جو قائم کے سامنے منادی کرتا ہے۔ وہ اپنے رب کی اجازت سے ظاہر ہوا۔ یہ تیرے اوپر اور سامنے انسانوں کے اوپر خدا کا فضل ہے تاکہ وہ شکر گزار ہوں اے شیخ، تحقیق جان کہ میں خدا کی وہ آگ ہوں جو قیامت کے دن ظاہر ہوتی ہوں۔ اور سب اس کے ذریعے مبعوث فتنور و محشور اور سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وہ جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہی وہ قائم ہے جس کے دن کا سب انتظار کرتے تھے۔ اور جس کا سب کو وعدہ دیا جاتا تھا۔ (حتی فرمایا) کمد و خدائے آج سے پہلے جو آیات ام الکتاب میں نازل فرمائیں ان (آیات) کے ذریعہ محمد (رسول اللہ) کو پیدا کیا۔ اور ان کے بعد جو چاہا (پیدا کیا) خدا اسی طرح (آیات کے ذریعہ) اس دن پیدا کرے گا جو چاہے گا اپنے کلام کن فیکون سے۔ اور اس کے بعد جو مدعی کا ظہور یا محمد (رسول اللہ) کی رجعت یا کسی اور شخص کا انتظار کرے گا جو خدا اور اس کی آیات پر ایمان لایا ہو تو ایسے (انتظار کر نیوالے)

لوگ علم نہیں رکھتے۔ یہ حکم اس وقت تک ہے، جب تک مجھے خدا واپس کر لیا۔ اور جو کوئی میرے اوپر ایمان لا بیگا (تو) وہ دن روز قیامت ہوگا اور فوراً سب ایک نئی مخلوق ہوں گے۔ ہم نے اس مخلوق کو نئے سرے سے پیدا کیا۔ اور پھر ہم ان کو لوٹا دیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے، یقیناً ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ (حق فرمایا) کمدو یقیناً وہ محمد ہادی ہے، کمدو یقیناً وہ مدی ہے (وہی مدی) جس کا وعدہ ام الکتاب میں دیا گیا۔ کمدو۔ یقیناً وہ (ایسا) صاحب حق ہے جس کا وعدہ سب کو دیا گیا۔ کمدو یقیناً وہ قائم برحق ہے (جس کے ظہور کا) سب کو یقین ہے۔ اور ہم نے بھی اس کتاب کو اپنی طرف سے رحمتہ للعالمین بنا کر نازل کیا ہے تاکہ کوئی شخص نہ کہہ سکے کہ اگر خدا مجھے مدی کے ظہور کی خبر دیتا یا رحمت محمد اور ان کے بعد انکی (سچائی کی) گواہی دینے والوں کی اور ایمان لانے والوں کی تو میں بھی حاضر ہونے والوں میں سے ہوتا (یہ اقباس ملا شیخ علی توشیتری (خراسانی) معروف بعظیم کی لوح میں سے ہے۔ جس کو وسیع پیمانہ پر شائع کرنے کا حکم حضرت بابائے دیا تھا۔ اور جو ظہور الحق محمد سوم تائید فاضل مازندران کے صفحہ ۱۹۲ لغات ۱۹۶۱ء پہ چھپ چکی ہے،

(۲) ایک دوسری جگہ فرمایا: میں مثل یحییٰ کے ہوں اور من نظیرہ اللہ جل ذکرہ "مثل حضرت عیسیٰ" کہ ہیں۔ اور یہی وہ ایلیا ہے جو کہ اس ظہور عظیم سے پہلے ظاہر ہو کر بشارت دیگا۔ اور راستہ صاف کر کے لوگوں کو اس کے آلے کے واسطے مستعد کرے گا۔

(منقول از دین ہوائی اور قادیان ہوائی)

یہ تو بڑے میاں کے دعاوی تھے۔ اب چھوٹے میاں سبحان اللہ کے دعاوی پیش کئے جاتے ہیں۔ بابائے تو ہوائی عقیدے کے مطابق نبوت کا دروازہ کھولا، مدی موعود کا دعویٰ کیا، خدائی کا دعویٰ کیا اور بالآخر ان رطب و یابس دعاوی کی وجہ سے حکومت ایران نے جو اس وقت شیعہ حکومت تھی، باب کو اس کے ایک مرید کے ساتھ گولی سے اڑا دیا۔

"باب" کا اصلی نام علی محمد تھا۔ لیکن "باب" یعنی نبوت کا دروازہ لقب پڑھا۔ علی محمد کے قتل کے بعد اسی کے ایک چونسہاں مرید باصفاء ہمارا اللہ نے نبوت کا دعوت کو دیا۔ قرآن کو مسموع اور نئی شریعت کا اجرا کیا۔ نمازوں کو ختم، روزوں میں تسبیح حتیٰ کہ قمری ایام اور قمری مہینوں کو نئے حساب سے پیش کیا۔ اس ہمارا اللہ کے دعاوی پیش کر رہا ہوں۔ مرزا جی کی آس و خطے کی کس صفائی سے تردید ہے، جس میں وہ بار بار کہتے ہیں کہ سوائے اس عاجز کے کسی نے اس صدی میں دعوائے مدد و میت و مسیحیت نہیں کیا۔ اور ۵ وقت ہے وقت مسیحانہ کسی اور کا وقت میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

لیجئے سینے پر

(۱) "کمدو میرا ذکر اشیا کی زبان سے ہوتا ہے۔ اور توریت مانجیل میرے نام سے مزین ہے۔"

(ترجمہ لوح ملک الروس مشہد)

(۲) "وہ آسمان سے دوسری مرتبہ اسی شان سے آیا ہے جس شان سے پہلی مرتبہ آسمان سے آیا تھا۔ خبردار جو تم اس پر وہی اعتراض کرو جو فریسیوں نے بغیر دلیل و برہان کے کئے تھے۔ اس کی سیدھی طرف سے کوثر فضل اور اللہ کی طرف سے سبیل عدل جاری ہے۔ اس کے آگے آگے فروں اعلیٰ کے فرشتے آیات کے علم لئے ہوئے جا رہے ہیں۔ خبردار جو تم اس لئے تمام زمین و آسمان کے پتھر اٹھانے کے پیمانے میں مانع ہوں اس کے سوا سب کے ایک طرف چھوڑ دو۔ اور پھر اپنے مالک کی طرف بڑھو۔ جس سے تمام آفاق میں اجلا پھیل گیا۔"

(لوح پوپ انجمن)

(۳) "کمدو، اسے انجیل والو! آسمان کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ آگیا جو آسمان پر چلا گیا تھا۔ اور بحر و بر میں منادی کر رہا ہے۔ اور سب کو بشارت دے رہا ہے، اس ظہور کی جس کے باعث عظمت آئی گو یا جوئی کہ وعدہ پورا ہوا اور موعود وہی ہے۔"

د کتاب اقدس ص ۱۷

(۳) ”کمدو خبردار جو اشادات و کنایات تمہارے اور صفات کے مالک کے درمیان حجاب ہو جائیں، یہی ہے وہ جن کے ماننے کا عمدہ نقطہ بیان (یعنی باب) نے البیان میں حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے فرقان میں، (حضرت عیسیٰ) روح اللہ نے انجیل میں، (موسیٰ) کلیم اللہ نے تورات میں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے الام میں تم سے لیا تھا۔ اور تم اس کی گواہی دو گے اگر تم جانتے والوں میں ہو گے“ (کتاب مبین ص ۱۷)

(۴) ”کمدو، میں نے اپنے نفس کو تمہاری جان پر فدا کیا۔ اور جب میں دوسری مرتبہ تمہارے پاس آیا تو میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھ سے بھاگتے ہو۔ اس لئے میری شفقت کی آنکھیں میری جماعت پر روئیں۔ خدا سے ڈرو۔ اے بصیرت والو! یاد کرو انکو جنہوں نے ابن انسان (حضرت عیسیٰ) پر اعتراض کئے تھے جب وہ اُن کے پاس پوری سلطنت اور اقتدار کے ساتھ آئے تھے۔ کتنے غریبی تھے جو انکی ملاقات کے منتظر تھے اور ان کے فراق میں روتے تھے۔ لیکن جب وہاں کے خوشبودار جھونکے چلے اور جال بے نقاب ہوا تو انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اور اس پر اعتراض کئے۔ اسی طرح ہم نے تیرے لئے وہ باتیں بیان کی ہیں جو آسمانی کتابوں میں لکھی ہیں۔ وہ اللہ و حضرت عیسیٰ کی طرف کوئی نہ بڑھا سوائے چند ایسے لوگوں کے جن کی دنیا میں کوئی عزت نہ تھی۔ اور آج اس کے نام پر ہر عزت اور سلطنت والا فخر کرتا ہے۔ اسی طرح آج کا حال دیکھ، کتنے خاتما نشین ہیں جو کرچوں میں میرے نام پر مستکف۔ لیکن جب مدت پوری ہوئی اور ہم نے اپنا جلال ان پر ظاہر کیا تو انہوں نے مجھے نہ پہچانا۔ حالانکہ وہ صبح شام مجھے بلایا کرتے تھے“ (مبین ص ۱۷) (روح پوپ اعظم، ص ۱۷)

(۶) ”اے دنیا والو! ہم نے تمہاری طرف اسکو بھیجا ہے جس کا نام یوحنا رکھا گیا تاکہ وہ تم کو پانی سے غسل دے اور تمہارے بدن کو پاک کر دے۔ مسیح کے ظہور کے لئے۔ اور اس نے تم کو محبت کی آگ اور روح کے پانی سے پاک کیا۔ تاکہ لوگ اس دن“

مستعد ہو جائیں جس دن میں الرحمن نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو آپذیات سے غسل سے فضل اور احسان کے ہاتھوں سے ہی وہ والد ہے جس کی خبر اشیا نے دی تھی اور وہ مغزی ہے۔ جس کا حمد روح اللہ نے لیا تھا۔ اپنی آنکھیں کھولو اے جماعت نیکو کار تاکہ تم اپنے مربی کو عزت و جلال کے تخت پر بیٹھا دیکھو“ (روح پوپ ص ۱۷)

(۷) ”اے بیت لحم! یہ نور مشرق سے ظاہر ہوا اور مغرب کی طرف سفر کیا۔ میان تک کہ اپنے آخری زمانہ میں تیرے پاس پہنچا۔ اب تو مجھے خبر ہے کہ کیا بیٹے باپ کو پہچانتے ہیں۔ اور اس کا اقرار کرتے ہیں یا اس سے منکر ہیں جیسے لوگ پہلے اس کے منکر تھے۔ اس پر بیت لحم کی چیخ سنائی دی۔ اور اس نے کہا کہ تو خود جانتا اور خبر رکھتا ہے“

د لوج اقدس ص ۱۷

(۸) ”کمدو خدا کی قسم مکمل طور پر بول رہا ہے مگر تم شعور سے کام نہیں لیتے۔ اور وہی ہے جس کے آنے کا وعدہ انبیاء نے کیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور خدائے ہمیں و قیوم کی آیات سے جھگڑا نہ کرو“ (کتاب اقدس ص ۱۷)

(۹) ”کمدو یہ وہ دن ہے جس کی عنایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دی ہے اور ان سے پہلے انجیل و زبور نے“

د اقدس ص ۱۷

(۱۰) ”کمدو خدا کی قسم وہ ظاہر ہو گیا جس کا ذکر خدا کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ یہ وہی ہے جس کا نام تولدہ میں یسوع اور انجیل میں روح الحق اور قرآن شریف میں بنا والعظیم ہے۔ اے لوگو! جس چیز کا وعدہ تم کو پہلے سے نبیوں اور رسولوں کی زبان سے دیا گیا ہے، اس کو اختیار کرو۔ خبردار جو الواح لٹا رہے اور فحشاء کے درمیان حائل ہو جائیں یا کتاب سبحان مانع ہو جائے الحق المبین کے پہچانتے سے۔“ (اقدس ص ۱۷)

(۱۱) ”عدہ جب آگیا اور موعود ظاہر ہو گیا تو عالم کھلانے والے اقرار کرنے لگے۔ ایسی باتیں کہیں جن سے مسیح و







طرت لیا چوڑا ایڈیوریل شروع کرنے سے پیشتر اس شعر :-  
 ۵ "خوش بود تا محکب تجسہ بہ آید بمیان  
 تاسید ہوئے شود ہر کہ در و خش باشد"  
 سے مضمون لکھتا ہے۔ اور مزاجی کی مسیحیت پر کہتا ہے :-  
 ۵ "ہم طالبِ شہرت ہیں ہمیں ننگے کیا کام  
 بدنام بھی کر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"  
 لکھتا ہے :- "اس سے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
 نام سے فائدہ اٹھا کر دعویٰ مسیحیت کرنے سے) کچھ نہ کچھ فائدہ  
 ضرور پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آجکل  
 اسی نسبت سے مد نظر خلافت بنے ہوئے ہیں۔ .... حسن اتفاق  
 سے جیسا کہ پیسہ اخبار میں پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ان دونوں لاہور  
 میں ایک صاحب حکیم مرزا محمود ایرانی تشریف لائے ہوئے ہیں۔  
 جو فرقہ بابیہ کے ایک مقتدر عالم اور مشنری ہیں۔ آپنے اسی غرض  
 سے سفر دور دراز کی صعوبت اور صرف گوارا کیا ہے۔ کہ ہندوستان  
 میں اپنے عقائد کو رواج دیں۔ قبل ازیں وہ جملہ ادیان کے پیروؤں  
 کو بحث کا صلہ عام دے چکے ہیں۔ اور چونکہ آجکل جناب  
 مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مدعی مسیحیت و مہدویت بھی  
 اتفاقاً یہاں لاہور میں، رونق افروز ہیں۔ اس لئے لوگوں کو ایرانی  
 مدعی مسیحیت و ہندوستانی مدعی مسیحیت میں حق و باطل  
 کے فیصلہ کرنے کا اچھا موقع ہے۔ حکیم مرزا محمود صاحب  
 ایرانی نے خود اپیل کی ہے۔ اور آپ نے یہ خواہش بذریعہ اخبار  
 لاہور کرنے پر زور دیا ہے کہ وہ حکیم مرزا محمود صاحب ایرانی،  
 جناب مرزا صاحب کے ان کے ادعائی مسیحیت و مہدویت  
 میں بحث کرنے کو آمادہ ہیں۔ حکیم صاحب موصوف، چاہتے  
 ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے قیام گاہ یا کسی دوسرے  
 مکان یا مسجد وغیرہ میں ایک مجلس عام منعقد فرمائیں۔ اور اس  
 میں اپنے مریدوں کے علاوہ عام لوگوں کو شرکت کی اجازت دیں  
 تو میں ان کے اعتراضات کے جواب دوں گا۔ اور ان کے دعاوی کی  
 نسبت مشہدات رافع کر دوں گا۔ یہ نہیں تو ایک ایسی مجلس خاص مقرر

کریں جس میں طرفین کے علاوہ چند غیر صاحب بھی بطور حکم بلا  
 جائیں۔ اور وہ جانبین کے دلائل سنیں۔ یہ درخواست سراسر معقول  
 ہے۔ اس لئے میں اسے عیدہ اخبار میں درج کر کے متوقع ہوں۔  
 کہ جناب مرزا صاحب بھی اسے منظور فرمائیں گے۔ اور خواہ  
 دفتر اخبار ہذا کی معرفت یا براہ راست حکیم مرزا محمود صاحب سے  
 گفتگو کا وقت مقرر کریں گے۔

حکیم صاحب موصوف نے پیسہ اخبار کے لئے فرقہ  
 ہائیتہ کے جو مختصر حالات و عقائد فارسی مضمون میں شائع کئے  
 ہیں وہ کسی دوسری جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ اور ایک جامع  
 آرٹیکل اسی معاملہ پر علیگڑھ انسٹیٹیوٹ سے یا جاتا ہے۔ اور  
 آخر میں پھر جناب مرزا صاحب کو یاد دلاتا ہوں :-  
 ۵ بازارِ حین میں پسل پوش کا سامنا کر  
 کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائیگا چلن میں"  
 (پیسہ اخبار ۲۷ اگست ۱۹۵۷ء)

قارئین کرام! یہ چیلنج مزاجی کچھتے ایک کیا مسکت جواب نہایت  
 ہوا کہ مرزا جی کو سامنے آنے کی تو جرات نہوٹی۔ لیکن انہوں نے جو  
 جواب دیا اس سے آپ بھی لطف اندوز ہوں :-  
 آپ (لیکچر لاہور) المعروف بہ پیغام احمد کے ٹائٹل پیج  
 پر اس چیلنج کا یوں جواب دیتے ہیں :-

"آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷ اگست ۱۹۵۷ء کے پڑھنے سے  
 مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش  
 ہیں۔ وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں، دعویٰ کرتے  
 ہیں۔ اور مجھ سے مقابلہ کے خواہشمند ہیں۔ میں اخصوس کرتا  
 ہوں کہ مجھے اس قدر شدت کی کم فرصتی ہے کہ میں ان کی دعویٰ  
 کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے  
 جس میں میری مصروفیت ہوگی۔ اور اتوار کے دن علی الصبح  
 مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کے لئے جانا ہے جو عدالت  
 میں دائر ہے۔ ضروری ہے۔ میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں  
 مقیم ہوں۔ اس مدت میں کسی نے مجھے ایسی درخواست نہیں کی

اور اقلیوں میں بہت جھوٹے مدعی اس امید سے کھڑے ہوئے، اور اس گھنڈ میں اترنے لگے۔ مگر وقت ظہور کے ثابت کرنے میں اور ان سچے مظاہر ظہور الہی کی شانوں میں سے کسی شان یا صلت و شئون کا مدعی جامع ہونا خدا کی تائید اور مدد کے بغیر ناممکن ہے۔

گیرم کہ مارچوں بہ کد تن بہ شکل نار ا

کو زہر ہر دشمن کو خمر ہر ہمدار  
دروغ گور حافضہ نباشد ہر قارئین کو رام کو ان  
تحریروں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ جناب  
مرزا صاحب قادیانی آنجنابی کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ  
ان سے پہلے دو شخص مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے  
کا دعویٰ کر چکے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ ان سے بعد میں ہوا ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ بات یہ ہے کہ جناب  
مرزا صاحب قادیانی کو جناب مرزا محمود دقانی نے بذریعہ  
پیہ اخبار<sup>۱۹۰۴</sup> میں مندرجہ بالا جیلنج دیا تھا۔ لیکن جناب  
مرزا صاحب اس کے بعد بھی یہی تحریر فرماتے رہے کہ میری  
سوا اس زمانے میں کوئی مدعی ہی نہیں ہوا۔ یہی نہیں، بلکہ  
۱۹۰۴ء میں تو جناب مرزا صاحب نے یہاں تک تحریر فرمادیا تھا  
کہ ”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بہت سے

جھوٹے نبی پیدا ہوئے تھے۔ مگر جھوٹا ہمیشہ بعد میں ہوتا  
ہے۔ سچا پہلے ظاہر ہو جاتا ہے تو پھر اس کی ریس کر کے  
جھوٹے نبی نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمارے دعویٰ سے

پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کسی نے اس طرح خدا سے تمام پاک  
مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ مگر ہمارے دعویٰ کے بعد  
جراغ دین اور جہد الحکیم اور کئی ایک دوسرے پیدا ہو گئے  
ہیں۔“ (اخبار بدعتا دیان جلد ۶ نمبر ۳۱ یکم اگست ۱۹۰۶ء)

(۲) ۱۸۹۴ء میں حاجی شیخ محمد رضا طرانی اور دیگر شیخ  
حضرات کو جولاہود میں اس وقت آئے ہوئے تھے، جناب  
مرزا صاحب نے ”اشتہار واجب الاظہار“ کے نام سے اپنے

اب جبکہ میں جانیکو چوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام  
کے لئے فرصت نہیں، تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت  
کی درخواست سے کیا مطلب ادا کیا غرض ہے۔ لیکن تاہم میں حکیم  
مرزا محمود صاحب کو تصفیہ کے لئے ایک اور صاف راہ بتانا ہوں  
اور وہ یہ ہے کہ کل ستمبر کو جو جلسہ میں میرے مضمون پڑھا جائیگا۔  
وہ مضمون ایڈیٹر صاحب اپنے پرچہ میں تمام وکمال شائع کر دیں۔

حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون  
کے مقابلہ میں اسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کر دیں۔ اور پھر  
خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کر لے گی کہ کس شخص  
کا مضمون راستی پر اور سچائی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے۔ اور  
کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ میری دانت  
میں یہ طریق فیصلہ ان بدنتائج سے بہت محفوظ ہوگا جو آجکل زیادہ  
مباحث سے متوقع ہے۔ مگر چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم  
صاحب کی طرف نہیں اور نہ ان کی نسبت کوئی تذکرہ ہے۔ اسلئے  
ایسا مضمون ان رنجشوں سے بھی ہرگز ہوگا جو باہم مباحث سے  
کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں۔ والسلام۔

والا تم میرا ختم احمد قادیانی،

چنانچہ مرزا جی نے پیغام احمد کے نام سے وہ لاہور کا  
یکچر شائع کرایا۔ جس کا جواب ”اجواب“ ”جواب یکچر قادیانی“  
کے نام سے حکیم مرزا محمود صاحب نے لکھا۔ جس کا ترجمہ پیہ اخبار  
مطبوعہ لاہور نمبر ۳۲۰ جلد ۲ یوم سہ شنبہ ۱۵ نومبر ۱۹۰۴ء کو  
شائع ہوا۔

اس میں باب اور بہار اللہ کے مہدی و مسیح موعود  
ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مرزا  
صاحب تیرہویں صدی کا نبی اپنے تئیں ظاہر فرماتے ہیں۔  
حالانکہ ”سب دینی اور تاریخی کتابوں کی اصطلاح ”ایران“ ہی  
کو سرزمین مشرق کہتے ہیں، جو حضرت مہدی موعود کے  
ظہور فرمانے کا مقام ہے۔ ..... جب حق کے ظہور  
فرمانے کا زمانہ نزدیک ہوا تو ہندوستان اور دوسرے ملک

ادعاے ہمدویت کی دعوت دی تھی۔ جس کا جواب ”ذوالفقار عید گارڈ فی ردا شہار واجب الاظہار“ کے نام سے مرزا جی کو دیا گیا۔ اُس کی تاریخ ۱۸ مارچ ۱۸۹۶ء (تبلغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۱۶۳) ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔

(۳) ۱۸۹۵ء میں مرزا صاحب اپنی کتاب ”البلاغ“ میں جس کا دوسرا نام ”فراہ درہ“ ہے، اپنے وسعت مطالعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مختلف علوم کی کتب کی فرست درج کرتے ہیں۔ اس میں مذہبی کتب جو ان کے مطالعہ سے گزر چکی تھیں ان کا نام لکھتے ہوئے آپ لکھتے ہیں ”کتب مذہب بابی“۔ (فراہ درہ ص ۱۸۱ حاشیہ تعلقہ شریعت)

(۴) ۱۸۹۵ء میں قادیان سے کچھ علمی و مذہبی سوالات جناب مولوی محمد الدین خلیفہ اول قادیان نے ایک بہائی علامہ ابوالفضل گلپاشی مکانی مقیم قاہرہ سے کئے۔ جن کے جواب میں علامہ موصوف نے کتاب ”الدر البہید فی جواب مسئلۃ الوندیہ“ لکھ کر قادیان بھیجی۔ اس میں علامہ موصوف نے امر بہائی کی کھلی تبلیغ مولوی نور الدین اور تمام جماعت احمدیہ کو کی۔

(عسل مصفی جلد دوم)

(۵) حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول کو بہائی مذہب سے کئی مشکل نکات حل ہوئے۔

در سالہ الفیض امرتسر جلد اول غیر ثابت ماہ فروری ۱۸۹۵ء

ان تحریروں سے یہ تور و زور روشن کی طرح ثابت ہو گیا

کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے خلیفہ

اول مولوی نور الدین صاحب کے علم میں تھا کہ ان سے پہلے

قریبی زمانے میں مدعی نبوت پیدا ہو چکے ہیں۔ صرف علم ہی

نہ تھا بلکہ ان مدعیان نبوت کی کتابوں اور تحریروں سے بھی ان

ہر دو نے استفادہ حاصل کیا۔ بلکہ اپنے لئے مشعل راہ بنایا۔

اس علم کے باوجود یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ بہائی امت

سے خود مرزا صاحب آنجانی نے مناظرے اور مکالمے سے

پہلو تھی اختیار کی۔ اور سامنے آنے کی جرات نہ کی۔ ان روشن

دلائل کے بعد ہم بلا خوف تردد کہنے میں حق بجانب ہیں کہ بہائی امت کے مقابلے میں مرزائی امت کے دلائل تاریک و عکسوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اسی وجہ سے ہم

اخبار نیر اعظم مراد آباد کے الفاظ میں بھر امت مرزائیہ کو یاد

دلاتے ہیں کہ مسلمانوں کی جانب سے اگر کوئی اعتراض قادیانی

عقائد پر کیا جاتا ہے تو زمین و آسمان سر پر اٹھایا جاتا ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کوکب ہند اگرہ نہایت بلند آہنگی سر

مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت و رسالت کی تردید میں لا جواب

مضامین شائع کر رہا ہے۔ جس کے جواب میں قادیانی پارٹی

خاموش ہے۔ اگر کچھ لکھتی بھی ہے تو وہی نامذہب الفاظ

جو اس کی عادت مستمرہ ہے۔

(نیر اعظم مراد آباد ۱۲ ستمبر ۱۹۲۳ء)

اور اخبار الجہد بیٹ ۱۲ مئی ۱۹۲۳ء کے الفاظ میں یاد دلا

ہیں کہ ”قادیانی مبلغین کو پہلے اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہئے

آخر کیا وجہ ہے کہ احمدی حضرات جناب بہاء اللہ پر ایمان نہ

لائیں، جس حالت میں یہ ثابت ہو جائے کہ جناب مرزا صاحب

کے دلائل واقعی ایسے ہیں جن سے جناب بہاء اللہ کے مادی

ثابت ہوتے ہیں۔“ (آخر میں ہم بھی رسالہ تائید الاسلام

لاہور کے ایڈیٹر کی ہمنوائی میں بانگ ڈہل کتے ہیں کہ: ”

مرزا صاحب کی تحریروں کے حوالہ جات سے کارکنان

کوکب ہند ثابت کرتے ہیں کہ جن جن دلائل سے مرزا صاحب

مہدی موعود اور مسیح موعود کا مدعی کرتے ہیں وہ تو وہی

براہین اور ثبوت ہیں جو بابی مذہب پہلے پیش کر چکا ہے۔“

(ستمبر ۱۹۲۳ء)

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتْبَعَ الْهُدٰی



# اصحاح ۱

(محترم احمد علی ضا)

(خوفناک لوک اور بارش)

یوسف - آؤ ہارون جلدی چلیں !

ہارون - لیکن متی پیچھے رہا جا رہا ہے۔

یوسف - متی کا ارادہ ہمارے ساتھ چلنے کا نہیں۔ وہ قصداً آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔

ہارون - یوسف ! یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ہم اپنے ساتھی کو چھوڑ دیں۔ (آواز دیتا ہے) متی ! متی !

متی - (دور سے) ہارون !

ہارون - وہاں کیا کر رہے ہو؟ جلد ہمارے پاس پہنچو !

متی - ذرا ٹھہرو !

یوسف - ٹھہریں ! کیا اسلئے ٹھہریں کہ ہم اسی وادی میں ہوں، اور سیلاب آکر ہمیں ہلاک کر دے۔

ہارون - لو وہ آگیا۔

متی - دوستو! میری رائے تو یہ ہے کہ ہم ہمیں ٹھہرائیں

یوسف - لیکن کیا ہم سیلاب کی زد میں نہ آجائیں گے؟ کیا

تم ہماری ہلاکت کے شے ہو؟

متی - میں نہیں، بلکہ تم اپنی غلط رائے کو ہمیں ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ آئے ہو تو سیلاب ہم بھاگ جائیں،

ہاں یہ ممکن ہے کہ اس سے بچ جائیں۔

یوسف - بچنا کس طرح ممکن ہے؟

متی - دامن کوہ کے اس غار میں ہم پناہ لے لیں۔

(سیلاب کی آواز دور سے سنائی دیتی ہے)

ہارون - سنو! سیلاب آگیا، وہ اس کی

آواز آرہی ہے۔

متی - جلدی چلو، بچنے کی تیاری کرو !

یوسف - لیکن..... لیکن غار کے منہ پر

تھکی ہوئی یہ چٹان؟

متی - اس سے کیا ہو گیا؟

یوسف - کیا تمہیں اندیشہ نہیں کہ یہ چٹان گر پڑے اور

ہم بند ہو جائیں؟

متی - یہ چٹان ایک زمانہ سے اسی طرح ٹھہری ہوئی

ہے۔ تو کیا اسے آج ہی ہم پر گرنا ہے؟

یوسف - کسی کو کیا معلوم۔

متی - ادھ ! تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ ہم سب

مر جائیں گے، اس طرح تمہاری صحبت

سے تو نجات مل جائیگی۔

ہارون - چھوڑو بھی، یہ جھگڑے کا وقت نہیں۔

غار کی طرف جلد چلو ! جو اللہ کو منظور

ہو گا وہی ہو گا۔

(۲)

متی - دیکھو یوسف ! اگر ہم غار میں داخل نہ ہوئے

ہوتے تو یہ سیلاب ہمیں آلیتا۔

یوسف - اور اگر اس چٹان نے گر کر غار کا

منہ بند کر دیا تو؟

متی - (تمسخر آمیز قہقہہ لگا کر) تو ہم تمہارے

قاتل ہو جائیں گے۔

ہارون - تم دونوں کو کیا ہو گیا ہے؟ اس جھگڑے

کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ

ہارون - جتنی بیان آؤ، میرے پاس بیٹھو! اگر اللہ کا کرم نہ ہوتا، تو ہم یقیناً ہلاک ہو جاتیں گے۔ یوسف تم بھی میرے قریب آؤ اور اپنا ہاتھ لاؤ۔

یوسف - یہ ہاتھ ہے۔

ہارون - پہلے تم ایک دوسرے کو معاف کرو اور معاف کر دو۔ اسی لئے کہ اس دلی کدورت کے ہوتے ہم پر اللہ کی نظر عنایت نہیں ہو سکتی۔

یوسف - رمتی مجھے معاف کر دو۔

متی - میں معاف کیا، اور یوسف! تم بھی مجھے معاف کر دو۔

یوسف - میں نے بھی معاف کر دیا۔

ہارون - اب میری بات سنو! میں بعض علمائے عارفین سے سنا ہے کہ مصیبت کے وقت قبولیت دعا کا سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے نیک اعمال کا وسیلہ اختیار کر کے اللہ سے دعا مانگے۔ اس لئے ہمیں اپنی زندگی کا سب سے بہترین عمل یاد کر کے اس کے ذریعہ اللہ سے دعا مانگنی چاہئے۔

متی - ہارون! آپ ہی شروع کیجئے۔

یوسف - ہاں آپ ہم تینوں میں زیادہ نیک ہیں۔

ہارون - اللہ ہی عظیم میں جو کون زیادہ نیک ہے۔ میں تو بہت بڑا گنہگار و خطاکار ہوں۔ اور سوائے اس حسن سلوک کے جو میں نے اپنے والدین سے کیا، مجھے اپنا کوئی نیک عمل بھی یاد نہیں۔

متی - اسی کو بیان کرو! اسلئے کہ والدین سے حسن سلوک اعمال میں بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

ہارون - میری عادت تھی کہ میں جب چراگاہ سے لوٹتا تھا تو دو دو ہونے کے بعد بیوی بچوں سے پہلے اپنے والدین کو بلایا کرتا تھا۔ ایک روز مجھے جنگل میں دیر ہو گئی اور میں کافی رات گئے گھر لوٹا۔ میری بیوی نے کہا:

بیوی - ہارون! آج تمہیں دیر کیوں ہو گئی؟

ہارون - حقہ! میں جنگل میں دوڑ گیا تھا۔ والدین کہاں ہیں؟

بیوی - انہوں نے بہت دیر تک تمہارا انتظار کیا، بالآخر انہیں خبیثہ

کو یاد کریں۔ اور اس سے دعا کریں کہ ہمارا انجام بخیر فرمائے۔

(چٹان کی اپنی جگہ سے پلنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

ہارون - اسے یہ کیا؟

یوسف - چٹان ہل رہی ہے۔

متی - اللہ تمہارا کسا جھوٹا کرے، اور ہم سب ہی فرمائے۔

یوسف - لو وہ غار کے منہ پر آ پڑی۔

ہارون - لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یوسف - میں نے نہ کسا تھا کہ یہ چٹان اپنی

جگہ پر جمی ہوئی نہیں ہے۔ اور

اس کا احتمال ہے کہ گر پڑے۔ متی!

اب بتاؤ نجات کی کیا صورت ہوگی؟

اگر ہم وادی میں ہوتے تب تو یقیناً

ہلاک ہو جاتے۔

یوسف - اور اب کیا ہماری ہلاکت یقینی نہیں؟

ہارون - بہت جھگڑا ہو چکا۔ میں سمجھتا ہوں

کہ تمہارے باہمی نزاع کی وجہ سے اللہ

نے ہمیں یہ سزا دی ہے۔

یوسف - تمہیں ہرگز حق نہیں کہ مجھے ہدفِ ملامت

بناؤ۔ مستحقِ ملامت اور ہے۔

ہارون - یوسف خدا کیلئے اب بھی اپنی زبان بند کر لو۔

متی! تم وہاں کیا کر رہے ہو؟

یوسف - چٹان کو ہلانے کی کوشش کر رہے ہیں!

متی - یوسف! مجھ سے مذاق نہ کرو۔

یوسف - میں مذاق نہیں کر رہا۔ لیکن اگر سوا آدمی

بھی چاہے تو اس پر ہار کے ٹکڑے

کو نہیں ہلا سکتے۔

آگئی اور وہ سو گئے۔

ہارون۔ ہائے افسوس دودھ پئے بغیر سو گئے !  
بیوی۔ لاڈیہ دودھ مجھے دو ! میں بچوں کو پلا دوں، بیچائے  
بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔

ہارون۔ نہیں حقہ۔ میں والدین سے پہلے کسی کو نہیں پلا سکتا۔  
بیوی۔ یہ دودھ تو بچوں کو پلا دو، اولاد کے جانگنے سے قبل دوبارہ دودھ لینا۔  
ہارون۔ میں اپنی دائمی عادت ہرگز ترک نہیں کر سکتا۔  
بیوی۔ تو والدین کو جگا کر یہ دودھ انہیں پلا دو بچوں کے لئے امداد دے لینا۔  
ہارون۔ یہ بھی مناسب نہیں کہ میں اس وقت انہی نیند میں نکل ڈالوں۔

بیوی۔ پھر کیا ارادہ ہے ؟  
ہارون۔ میں یہیں کھڑا ہوں گا، اور جب ان کی آنکھ کھلے گی  
تو یہ دودھ پلا دوں گا۔

بیوی۔ یہ کیا کر رہے ہو، دودھ کا برتن پیٹ سڑکیوں چپکا ہے ہو ؟  
ہارون۔ تاکہ دودھ گرم ہے۔ جاؤ تم بچوں کے پاس جاؤ !  
بیوی۔ میں ان کے پاس جا کر کیا کروں گی ؟  
ہارون۔ انہیں ہلا کر سلا دو !

متی۔ پھر تمہارے والدین کب جا گئے ؟  
ہارون۔ صبح کے وقت !

یوسف۔ اور تم ساری رات دودھ کا برتن لئے کھڑے رہے ؟  
ہارون۔ ہاں، اور میں سرتن کو کپڑوں نیچے اپنے چھتے لگا لئے رہا۔  
متی۔ ہارون ! تم مبارکباد کئے متی ہو، ہم نے تو آج تک نہیں سنا کہ کسی  
بیٹے نے والدین کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہو۔

ہارون۔ اگر کوئی دعا مانگتے ہیں، "اے اللہ ! تو جانتا ہو کہ میں نے یہ کام محض  
تیری رضا جوئی کیلئے کیا تھا، تو ہم سے یہ مصیبت دور فرمائے۔"  
متی۔ ہارون ! دیکھو ! وہ چٹان کھل گئی۔

یوسف۔ ہاں، وادی نظر آنے لگی۔

ہارون۔ اے اللہ ! تیرا شکر ہے۔

متی۔ لیکن افسوس اب بھی ہم نکل نہیں سکتے۔  
ہارون۔ اب تم دونوں اپنے بہترین اعمال کو یاد کرو !

متی۔ یوسف ! تم شروع کرو۔

یوسف۔ نہیں تم شروع کرو۔ تم مجھ سے افضل ہو۔

متی۔ ہرگز نہیں، بلکہ تم مجھ سے افضل ہو۔

ہارون۔ اچھا کوئی بات نہیں، یوسف تمہیں شروع کرو۔

یوسف۔ میں کیا کہوں ؟

ہارون۔ جو کچھ تمہیں یاد ہو وہی بیان کر دو اپنے کسی عمل کو حقیر  
مت سمجھو، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک کوئی چیز حقیر نہیں۔

یوسف۔ دل میں ایک بات کھٹک تو رہی ہے، لیکن مجھے اس کے  
اظہار سے شرم آتی ہے۔

ہارون۔ نیک عمل کے ذکر سے شرمانا نہیں چاہیے۔

یوسف۔ میری ایک عزیزہ کی عزت سے اس کا تعلق ہو۔

ہارون۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ یہ راز کسی پر افشا نہ کریں گے۔

یوسف۔ مجھے ایک عورت اتنی شدید محبت تھی، جتنی ایک مرد کو  
کسی محبوب عورت کے ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ میں غریب تھا  
اسلئے اس کے سرپرستوں نے دوسرے شخص سے اس کی شادی  
کر دی۔ اور میری محبت میرے دل میں دفن ہو کر رہ گئی۔

میں نے طلب رزق میں جدوجہد کی، حتیٰ کہ میں مالدار ہو گیا۔  
مالدار ہو جانے کے بعد میں نے کوشش کی کہ دولت کے ذریعہ

اسے اپنے قبضہ میں لاسکوں، وہ ہمیشہ مجھ سے بھتی رہی۔

یہاں تک کہ سال قحط پڑا۔ اور طلب امداد کے لئے اسے

میرے پاس آنا پڑا۔ میں نے کہا کہ

یوسف۔ خوش آمدید ! آج شاید تمہیں اپنے بیقرار عاشق پر رحم آگیا۔

عورت۔ یوسف ! جن سادہ دینار و نکاح تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا مجھے دیدو۔

یوسف۔ پھر کیا تم مجھے اپنے وصل سے سرشار کر دو گی ؟

عورت۔ ہاں، اگر تم چاہو۔

یوسف۔ میری محبوبہ ! تب تو تم ایک سو بیس دینار لے لو۔ اور

چاہو تو اس سے بھی زیادہ۔

عورت۔ نہیں یہی میرے لئے کافی ہیں، بلکہ زیادہ ہیں۔

یوسف۔ اے جان تمنا۔ یہ لو۔

عورت - یوسف ! اللہ تمہیں جزائے خیر دے، میرا شوہر اور میرے بچے تمہارے اس احسان سے سرشار ہوں گے

یوسف - یہ وقت شوہر کو یاد کرنے کا نہیں۔

عورت - یوسف ! کیا تم میرے شوہر سے ملنے ہو؟ حالانکہ میرا شوہر تم سے نہیں ملتا۔

یوسف - کیا کہہ رہی ہو؟

عورت - میں نے جب اس سے تمہارے پاس آئیلی اجازت مانگی تو اس نے اجازت دیدی۔

یوسف - اس نے تمہیں اجازت دیدی۔

عورت - ہاں، اور ایسی حالت میں اجازت دی کہ بچوں کے بھوکے مرجانے کے خوف سے انکی آنکھیں آنسوؤں سے اشکبار تھیں۔

یوسف - تب تو گویا اس کی طرف سے بھی پروا نہ مل گیا۔ اے تسکینِ روح! آؤ، اب لطف اٹھائیں۔

عورت - (آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں) جیسی تمہاری مرضی۔

یوسف - لیکن تم روکیوں رہی ہو؟

عورت - مجھے پروردگار عالم کا ڈر محسوس ہو رہا ہے۔

یوسف - ہائے بختی، مجھ سے بڑھ کر کون کا فر نعمت ہو گا تمہیں اس تنگدستی میں بھی اللہ کا خوش نصیب۔ اور مجھے اس فراخی کے باوجود اللہ کا خیال نہیں۔ خدا کی قسم میں تمہارے کھیلے کو بھی ہاتھ نہ لگاؤں گا۔

عورت - یوسف ! تو یہ مال واپس لے لو۔

یوسف - ہرگز نہیں، میں نے اللہ کے لئے یہ مال تمہیں بخشا۔ جاؤ اپنے بچوں کے پاس جاؤ۔

عورت - لیکن مال دیکھ کر میرا شوہر یہ سمجھے گا کہ.....

یوسف - مجھے تمہارے شوہر کی کوئی پروا نہیں۔ میں اس سے نہیں ڈرتا۔ میں تو پروردگار عالم سے ڈر رہا ہوں۔

مستی - اور پھر وہ مال لیکر چل گئی؟

یوسف - ہاں اور میری یہ کیفیت تھی کہ شدتِ عشق و اشتیاق سے میرا دل پچھلا جا رہا تھا۔

دکڑا دکڑا دعا مانگتا ہے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا، تو چہ ہے اس

معصیت کو دور فرمائے۔

مستی - (دھلا کر) وہ چٹان سرک رہی ہے۔

ہارون - اللہ کا شکر ہے۔

مستی - لیکن افسوس نکلتا اب بھی مشکل ہو۔

ہارون - متی ! اب تمہاری بلدی ہے۔

مستی - میرے پاس سوائے ایک عمل کے کوئی ایسا عمل نہیں، جو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو سکے، میں چاہتا ہوں کہ یہ راز میرا دیکر پروردگار کے درمیان ہی محفوظ رہے۔

یوسف - اس کو بیان کر کے اللہ سے دعا مانگو۔

مستی - کافی عرصہ گزرا کہ میرے پاس کچھ زمین تھی۔ ایک روز میں اس زمین میں کام کرنے کے لئے کچھ مزدور لگاؤں۔ دن ختم ہونے کے بعد میں نے سب کو مزدوری دیدی۔ مگر سلیمان نامی ایک شخص تھا، جس نے پیسے کم ہونیکا غور کر کے اجرت قبول نہ کی تھی اسے اور زیادہ دینا چاہا۔ لیکن وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور چلا گیا، مجھے اس سے سخت صدمہ ہوا۔ میں نے اسے بہت ڈھونڈا۔ لیکن اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

میں نے سوچا کہ اس کی رقم کا شکاریہ دباغبانی میں لگا دوں خدا کی قدرت کہ اس میں برکت ہوئی، اور کافی پھل بھول گئی اسی دوران میں اچانک تباہی آئی اور میرے پاس سلیمان کے مال کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا۔ میری بیوی مجھے اس مال کو اپنے تصرف میں لائیکے ترغیب دلاتی رہی۔ میں نے کہا کہ

مستی - تانا! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اس مال کو اتنے تصرف میں لاؤں، یہ تو اس مزدور کا مال ہے۔

بیوی - تمہاری کوششوں سے ہی تو یہ بار آور ہوا ہے۔

مستی - لیکن اصل حق اسی کا تھا۔ اللہ نے اس میں برکت دی۔ اور اگر میں اپنے مال میں اسے ملا لیتا تو اس تباہی میں یہ بھی ختم ہو جاتا۔

بیوی - اس کے خاوندوں میں صرف ایک بکری ہی لے لو تاکہ



ہم اس عید کے موقع پر بچوں کے لئے کچھ فرید سکیں۔  
**متی** - خدا کی قسم جب تک اس کا اصل مالک نہ آجائے، میں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔  
**بیوی** - تو وہ کب آئے گا؟ ہو سکتا ہے کہ وہ مر گیا ہو۔  
**متی** - اگر وہ مر گیا ہو، تب بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی اس کے ورثہ مجھے مل جائیں۔ میں یہ انہیں دید و لگاؤں گا۔

**یوسف** - پھر کیا وہ شخص آیا؟  
**متی** - ہاں پانچ سال بعد سلیمان آیا، کہنے لگا: سلیمان۔ متی! کیا مجھے نہیں پہچانتے؟  
**متی** - کون؟ سلیمان؟  
**سلیمان** - ہاں، میں سلیمان ہوں۔  
**متی** - میرے بھائی تم کہاں تھے؟ میں نے تمہیں بہت تلاش کیا۔  
**سلیمان** - تاکہ مجھ سے دوبارہ کام لیکر میرا حق مارو!  
**متی** - نہیں بلکہ اس خیال سے کہ میں تمہارا حق تم تکم پہنچا دوں خدا کی قسم میں نے تمہیں ہر جگہ تلاش کیا۔  
**سلیمان** - تاکہ تم مجھے وہ ایک صانع جادل دیدو، جو میں تمہارے پاس چھوڑ گیا تھا۔ سو متی! اللہ کے فضل سے اب میرا آتما محتاج نہیں کہ ایک صانع بھر جادل کی ضرورت ہو۔  
**متی** - ادھر آؤ! دیکھو، یہ جادل اور چر دا ہے تمہیں نظر آیا ہے؟  
**سلیمان** - ہاں متی! تم تو بہت مالدار ہو گئے۔  
**متی** - سلیمان! یہ مال میرا نہیں۔ یہ سب تمہارا ہے۔ اور اسی ایک صانع جادل کا ثمرہ جو تم میری آپس چھوڑ گئے تھے۔  
**سلیمان** - یہ کیا کہہ رہے ہو؟  
**متی** - سیکر یاں یہ تمہاری امانت تھی، اب اپنی امانت لو! اور مجھے حفظ امانت کے بارے سے سبکدوش کرو۔  
**سلیمان** - متی! مجھ سے مذاق نہ کرو! آج میں غریب نہیں ہوں کہ تمہارا مذاق برداشت کر سکوں۔  
**متی** - خدا کی قسم میں مذاق نہیں کر رہا۔

**سلیمان** - سچ؟  
**متی** - خدا کی قسم بالکل سچ۔  
**سلیمان** - تم کس قدر امانتدار ہو متی! میں اس میں سے نصف تمہارے لئے چھوٹے دیتا ہوں۔  
**متی** - نہیں اس کی ضرورت نہیں، اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔  
**سلیمان** - تم اس کے ضرورت مند ہو۔  
**متی** - سلیمان! اگر تمہارے اس مال کا میں ضرورت مند ہوتا تو کیا سمجھتے ہو کہ میں اس کی حفاظت کرتا؟

**یوسف** - پھر کیا وہ اپنے تمام جانوروں لے گیا؟  
**متی** - ہاں۔ اور میری بیوی مجھ پر بہت ناراض ہوئی۔ اور ایک ماہ تک مجھ سے محض اس وجہ سے نہ بولی، کہ میں نے سلیمان کی پیش کش قبول نہ کی۔ لیکن میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہے۔  
**یارون** - متی! تم مبارک باد کے مستحق ہو، خدا کی قسم یہ عمل میرے اور یوسف کے اعمال سے بھی افضل ہے۔  
**اب** اسی کے ذریعہ اللہ سے دعا کرو۔  
**متی** - اے اللہ! اگر تو جانتا ہو کہ یہ عمل میں نے تیری دعا جوئی کیلئے کیا تھا، تو ہم سے اس مصیبت کو دور فرما دے۔  
**یوسف** - دیکھو! چٹان اپنی جگہ سے ہٹ رہی ہے۔ خدایا۔ وہ کھل گئی۔  
**چٹان** کے اوپر اٹھنے کی آواز سنائی دیتی ہے،  
**یارون** - اے اللہ! تیرا شکر ہے!  
**متی** - خدا کا شکر ہے!  
**”تذکرہ“**

انجمن تصولات

## طالب علم

عبد القیوم صاحب ندوی

ماہ محرم می ہے، بار بار کتاب کے اوراق شمار کیا کرتا تھا۔ (دفتر میں نیم)

## حضرت ابوالحسین اللؤلؤئی

ایک مستند فقیہ امام مسلم ادیب معصف گذرے ہیں۔ آپ اپنی طالب علمی کا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر ایام طالب علمی میں ۴۰، ۴۱، ۴۲ دن ایسے گذر گئے ہیں کہ ان میں نہ تو میں سویا اور نہ دوپہر کو آرام کیا۔ مگر مسلسل میرے سینہ پر کتاب لکھی رہی اور میری دائرہ نظر اس کے اوراق پر تھیں۔

داتا گنج بخش بن غلکان سیوطی،

## ذوق علمی کی چند نایا مثالیں

ان بزرگوں کا یہ ذوق و شوق اور ایسی تحصیل علمی صرف زمانہ طالب علمی ہی تک محدود نہیں رہتا تھا، بلکہ اس زمانہ کو ختم کرنے کے بعد بھی جبکہ وہ مقابل زندگی گذارتے تھے یا حکومت کے عہدوں اور مناصب پر فائز ہوتے تھے، اس وقت بھی یہ مبارک ذوق قائم رہتا تھا۔ اور اسی میں منہمک نظر آتے تھے۔

## فتح بن خاقان

خلیفہ متوکل باللہ عباسی بغدادی کا وزیر تھا۔ کتب بینی اور مطالعہ علم کا اس قدر شائق تھا کہ چونکہ اس کو امور مملکت اور بادشاہی کی مصائب سے فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے کتابوں کو اپنے موزے اور استین میں

چھپاتے۔ اور جب دراجبی فرصت ملتی تو کتب بینی میں مصروف ہو جاتا۔ اور اس طرح پر اپنے جذبہ علم کا تکمیل کرتا۔ اسی کے متعلق ایک اور راوی کا بیان ہے کہ بادشاہ کا ادب اس کے ذوق میں مانع ہوتا اس لئے سب بادشاہ نمازی افضلتے حاجت کیلئے اٹھتا تو مطالعہ کتب میں مشغول ہو جاتا۔ اور جب خود کہیں جاتا تو آئے جانے میں برابر اسی میں مصروف رہتا۔ اور اگر چہ قدم اس کے زین پر پڑتے لیکن آنکھیں بہر حال کتابوں کے صفحات پر ہوتیں۔ (یعون الاخبار)

## ابن الخطیب بغدادی

مشہور خطیب بغدادی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ علم کلام اور لغت کے مشہور و معروف امام حضرت امام رازی کا قول بیان کرتے ہیں ۱۱۰

ماہ خواہی داشتن گرد اغما سینہ را

گاہے گاہے باز خواہی قصہ پارینہ را

گذشتہ زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کا ستارہ عروج اپنی طرف اشارہ کرتا تھا۔ علم کے اند علم کی طلب و جستجو اس قدر تھی کہ اس کا اندازہ آج کل کے طالب علموں سے کیا جی نہیں کیا جاسکتا۔ اور علم و تحقیق میں جن گہر و ذوق اور جس بلند معنی کا ثبوت وہ دیا کرتے تھے اس کی مثال نیا کی تاریخ میں ہی نہیں ملتی ہم آج کے برونہ کے طور پر صرف چند واقعات لکھتے ہیں۔

## حضرت عبد اللہ بن عبد العزیز

حضرت عبد اللہ بن عمر کے پوتے آپ کو علم کا اس قدر شوق تھا کہ کسی وقت ہاتھ کو کتاب چھوٹتی۔ اور لوگوں سے بھاگے بھاگے پکڑ لیتے۔ اور دن رات اکثر اوقات قبرستانوں میں گذرتے۔ ایک بار لوگوں نے ان کو شیشی اور تار بوندی کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ہر اس علم و عقل من قبر و انس من کتاب والا اسلم من الوحل (داتا گنج بخش)۔ یعنی میں نے قبروں کے زیادہ نصیحت دلائی اور کوئی چیز نہیں دیکھی اور نہ کتاب سے زیادہ کوئی چیز مونس پائی، اور نہ تہمتی سے بہتر کوئی سلامتی کا چیز ہے۔

## حضرت محمد بن جہم

محمد بن جہم ایک بزرگ عالم اور زبردست ادیب گذرے ہیں۔ اور کئی دنوں پر اپنی مستقل کتاب میں اور شروح و حواشی میں جبکہ شہرت عام حاصل ہے۔ آپ اپنی طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو علم اس قدر ذوق اور کتابوں کا اس قدر انس تھا کہ جب مجھے کبھی بوقت عینہ لگتی تو میں کتاب اٹھالیتا۔ مجھ کو اس قدر اس سے لذت اور سرور پہونچتا کہ میری نیند غائب ہو جاتی۔ اور علم کا سرور مجھے اس قدر بدست کر دیا کہ گدھے کی آواز اور دیار گرنے کا دھماکا اور بڑی سی ٹری چیخ مجھے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی تھی۔ اور جب مجھے کوئی کتاب ایسی مل جاتی جس میں مجھے فائدہ کی توقع ہو تو پھر میں اسے بڑھکراپنے لئے کوئی عمدہ چیز نہیں خیال کرتا تھا۔ پھر مجھ کو اپنے کھانے کا ہوش تھا اور نہ اپنے سو جانے کا۔ میں اس خوف سے کہ کہیں جلد نہ ختم ہو جاؤ اور اس کے فوائد لاٹنا ہی سے

موصوف فرمایا کرتے تھے کہ کھانا کھانے میں جو وقت صرف ہوتا ہے، اس کا مجھے بھید تعلق اور افسوس ہوتا ہے کہ اتنی دیر میں کتب کے مطالعہ سے محروم رہتا ہوں۔ کاش یہ وقت بھی بچ جاتا۔ اور میں اتنی دیر بھی اپنے بہترین مولفوں کے سب سے دور ہوتا۔

(کتاب الفہرست لابن ندیم ص ۱۵۵)

## علامہ بلاذری

تاریخ کے مشہور عالم اور محقق ہیں۔ اور فتوح البلدان بو تاریخ میں ایک مستند اور متداول کتاب ہے۔ آپ ہی کی کاوش اور تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ تین تین ماہ جنگوں اور باغوں میں پڑے رہتے اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے۔ اور دنیا اور دنیا کی کسی چیز کو تعلق نہ رکھتے۔ (حیات العلماء للعالم محمد بن سلیمان)

## حضرت ابو علی الحسین

حکیم ابو علی سینا کے صاحبزادے حضرت ابو علی الحسین کا واقعہ ہے۔ کہ آپ کو لذت مطالعہ اس قدر مرغوب تھی کہ لذت خواب سحر سے بھی اکثر محروم رہا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کا یہ ہمیشہ مشغول رہا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی دن تو ایسے بھی گزر گئے کہ مطلقاً آپ نے سوائے مطالعہ کے کچھ کھا یا ہی نہیں۔ اللہ سے انہماک۔ افکے شوق۔

## انتہائے عشق

یہ بزرگ جب گھر میں بھی آجاتے تو سوائے شغل کتب کے اور کچھ نہ کرتے۔ چنانچہ دور دراز سفر سے اور دیگر ضروریات سے فراغت بعد جب کبھی وطن واپسی ہوتی تو یہ وہ وقت ہوتا کہ اسیں دہست انتہاب، اعزہ واقربا اور گھر کی ضروریات کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہ تھی، لیکن ذوق بھی تمام چیزوں کے غافل نہ ہوتے اسی دھن میں لگائے رکھتا۔

## محمد بن ہشام زہری

زبردست تابعی عالم اور بزرگ ترین مورخ اور محدث گذشتہ ہیں۔ آپ جب گھر میں آتے تو کتابوں کا ایک گھیرا بنا کر اسکے وسط میں بیٹھ جاتے۔ اور دنیا کی تمام چیزوں سے بے خبر ہو کر طلب علم میں منہمک اور مصروف ہو جاتے (تہذیب التہذیب)

ان کو جب کوئی عمدہ کتاب مل جاتی تو پچاس پچاس ہیں اس کا بار بار مطالعہ کیا کرتے تھے۔

## امام حنفی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجہ ہیں۔ زبردست امام اور مشہور فقیہ و محدث اور شہساز گذشتہ ہیں۔ اور ابن حجر نے اپنی مشہور کتاب اسد الغابہ میں آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔ آپ اپنے واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الرسالہ پچاس سال سے برابر مطالعہ کر رہا ہوں۔ اور ہر بار ایک نیا لطفہ اور جدید فائدہ پاتا ہوں۔ (تذکرۃ الخلفاء جلد دوم)

## علمی غیرت خود داری

یہ اس قدر غیور اور علمی مثال میں اس قدر خود دار ہوتے تھے کہ اگر انکو کہیں بھی کبھی علمی شرمندگی اور شہنامی ٹھانی پڑتی تو اس علم کو پھر اس طرح حاصل کرتے کہ دنیا کے سامنے وہی شکست خوردہ طالب علم اس علم کا امام یا علامہ نہ کہ گھٹا تھا۔ ابو یوسف کی نحو کے زبردست امام ہیں۔ ایک بار ابتدائی زمانہ میں ایک معمولی قسم کی نحوی غلطی کی تھی۔ اور اس موقع پر علماء کے گروہ کے سامنے سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ آپ کے علمی مرتبہ اور ذوق کے لئے یہ چیز سخت تکلیف دہ تھی۔ آپ نے تمام کام چھوڑ کر تحصیل نحو کی طرف توجہ کی۔ اور تمام حجاز، نجد وغیرہ کی مجاثریوں اور پہاڑیوں کی سیر کی۔ اور حفظ کے علاوہ تقریباً ۱۵۰ بولتیں روشنائی کی عربیوں کے معانی و معنی لکھنے میں صرف کئے۔ یہاں تک کہ نحویں کے سردار و امام ہو گئے۔ (اخبار الطوال مینو)

# گلزار محمد علیہ السلام کے پھول

(متوجہ مولانا محمد فی اکبر شاہ صاحب علم جامعہ عزیزیہ بہارہ)

کیا تو جید اور کیا رسالت، کیا خلافت اور کیا امامت، کیا اصول و کیا فروع۔ اسلامی شریعت کا کوئی مسئلہ ایسا نہ ہوگا جس پر مخالفین صحابہؓ نے اعتراض نہ کیا ہو۔ اب معاملہ اس سے بھی متجاوز ہو چکا ہے۔ اور اپنے متقدمین کی روش کو چھوڑ کر کبیر ایک نئے مسئلہ کو ورطہ اجتہاد میں لایا جا رہا ہے۔ اور ہر یک عوام کو دھوکا سے کما جا رہا ہے کہ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بیٹی تھیں۔ اور باقی تین کا نسب ہیثیت سے آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس منطقی قضیہ کا جواب اگرچہ خود اس کی کتابوں میں موجود ہے لیکن اپنی اہمیت و اہمیت بھائیوں کو حقیقت سمجھانے کیلئے علامہ عبد الوہاب عفاف ممبر کا مضمون "مصری رسالہ نواد اسلام" سے ترجمہ کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ مضمون ہر پہلو سے مکمل ہے۔ اور روز روشن کی طرح ہر طالب بصیرت کو پتہ چل جائیگا کہ آنحضرت کی سب صاحبزادیاں گلشن محمد و گلبن خدیجہ کی کلیاں ہیں۔ (ملاحظہ)

رسم نکاح میں حضرت حمزہ، جناب ابوطالب، سیدنا ابو بکر صدیق اور قبیلہ مضر کے چند دوسرے لوگ شامل تھے۔ جناب ابوطالب نے خطبہ نکاح دیا۔ اور آنحضرت علیہ السلام کی آنیوالی زندگی کے متعلق چند اشعار فرمائے، ہر دفعہ کا ذکر کیا اور آنحضرت علیہ السلام کو اپنے وقت کے لوگوں کا سرتاج کہا، خدا کی قدرت دیکھئے ابھی زمانہ نبوت نہیں آیا تھا کہ جناب ابوطالب کی زبان سے ایسے موتی گرے جن کی چمک و دمک آفتاب رسالت کی ضیا پاشیوں کی خبر دے رہی تھی۔ یہ مبارک اور مہمون ازدواج زمانہ نبوت سے پندرہ سال پہلے پورا ہوا۔ زمانہ نبوت کے آغاز تک آپ کے بطن مبارک سے سات ۶ ولادیں ہوئیں۔ جب نور نبوت غابر عا سے طلوع ہوا اور قلوب صاحبین کو جذب کرنے لگا تو عورتوں میں سب سے اول آپ نے آنحضرت پر نور کی دعوت کو لبیک کہا۔ جب آنحضرت علیہ السلام نے آپ کے سامنے فار کا تمام واقعہ پیش فرمایا اور اضطرابی حالت ظاہر فرمائی تو آپ نے حضور کو تسلی دیتے ہوئے عرفی کی۔ آقا! خدا آپ کا حامی و ناصر ہے۔ آپ مدد رچی کے موصوف ہیں، خیراء کے سر سے بوجہ اتار نیوالے

حضرت اقدس نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ میں ٹھہ پھول کھلے۔ جن میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ باقی سب گلزار خدیجہ کی کلیاں تھیں۔ ہم تفصیلی طور پر پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات اپنے ناظرین کرام کے سامنے دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد ان کی گود کے موتیوں کی تاریخ منظر عام پر لائی جائیگی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ و تفسیر یہ ہے:

بنت فہید بن اسد بن عبد العزی بن قطی بن کلاب۔ رجمۃ الخلیفین سے ازدواجی روابط استوار کرنے سے پہلے آپ بابو بابہ کی بیوی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی زبان پر آپ کا لقب طاہرہ حاکم تھا۔ اور جس طرح خاتم النبیین کو امین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، اسی طرح رجمۃ الخلیفین کی ہونے والی بیوی آپ کے گھر تشریف لائے۔ پہلے بھی طاہرہ تھیں۔ اور بعد بھی طاہرہ رہیں۔ آنحضرت علیہ السلام کے کاشانہ نبوت میں تشریف لائے وقت آپ کی عمر کا چالیسواں سال جا رہا تھا۔ اور حضور علیہ السلام کی مبارک زندگی پچیسویں سال میں تھی۔ آپ کی

ناداروں کو عنایات سے بہرہ افروز فرمانے والے، مجاہدوں کو نوازش کی بارشوں سے نوازنے والے، نواب نازک و مصائب آئینہ میں ہاتھ پکڑنے والے ہیں۔ کیا ان صفات سے موصوف ہونے کے بعد بھی اضطراب کی کوئی وجہ باقی رہ جاتی ہے؟ آنحضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد آٹھ سال تک آپ آنحضور کی شریک حیات رہیں۔ آپ آنحضور علیہ السلام کی سچی وزیر، عم مثانیوالی، مشیر اور آلام و مصائب کو محو کر نیوالی شریک حیات تھیں۔ جب بھی آنحضور علیہ السلام قوم کی چیرہ دستیوں، زبان دلازیوں اور سخریوں سے تنگ آکر واپس گھر تشریف لاتے تو آپ آنحضور سے بعد وجہ گذر نہ پیش کرتیں، حضور! آخر کامیابی آپ کے قدم چوگی۔

اور فتح کا سرور آپ کے قدموں پر بچھاؤ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبوت کے آٹھویں سال میں آپ کا انتقال ہوا، اور آپ نے دنیا سے فانی ہو کر عیون عالم جاودانی میں بسیر کیا اور ساتھ ہی حضرت ابوطالب کا بھی انتقال ہو گیا تو آنحضور علیہ السلام نے اس سال کا نام عام الحزن دغم کا سال رکھا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو اس وقت عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی۔ آپ کو جنوں کے مقام پر سپرد خاک کیا گیا۔

محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ حضور پر نور نے آپ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں فرمائی۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر میں اتارا۔ چونکہ اس زمانہ تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی، لہذا نماز جنازہ کوئی نہیں پڑھائی گئی۔ آنحضور علیہ السلام کی چاروں صاحبزادیاں آپ کی گود کی کلیاں ہیں۔ اور تین صاحبزائے اسی گان کے موتی۔ آپ کے سب صاحبزائے بچپن میں انتقال فرما گئے۔

جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت قاسم، حضرت طیب اور حضرت طاہر۔ جناب قاسم کے نام پر آنحضور نے اپنی کنیت فرمائی تھی۔ آپ کو ابوالقاسم کے لقب پاک سے یاد کیا جاتا تھا۔ چونکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جوان ہو نیوالی اولاد صرف آنحضور کی صاحبزادیاں ہیں، لہذا اب ہم ان کے حالات بالتفصیل درجہ تحریر میں لاتے ہیں۔

حضرت زینب بنتی اللہ تعالیٰ عنہا: مر آپ سب

صاحبزادیوں سے پہلے تشریف لائیں۔ ہجرت کے پہلے آپ کا محاج ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔ جو آپ کے خال زاد بھائی تھے۔ ابوالعاص اپنے مذہب پر پختہ و سابق قائم رہے، اور آپ ان کے گھر رہیں۔ جب حضور نبی کریم نے مدینہ کو اپنے قدوم مہینت ازوم سے نوازا تو آپ مکہ میں رہیں۔ جب کفار نے مدینہ پر یورش کی اور جنگ بدر کا معرکہ کارزار گرم کیا اور شکست کھا لی تو بہت سے مشرک گرفتار ہو کر دربار نبوت میں پہنچے۔ انہی لوگوں میں ابوالعاص بھی گرفتار ہو کر گئے تھے۔ مکہ سے ان اسیران جنگ کی بوائی کئے لئے مال بیچنا۔ اسی

مال میں حضرت زینب نے اپنے گئے کا ہار بھی ابوالعاص کی رہائی کیلئے بیچا جو ان کو انہی اماں جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عنایت فرمایا تھا۔ جب آقاؐ نے نامہ دار کی نظر اقدس اس بار پر پڑی تو آپ کو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ یاد آئیں۔ اور خیال فرمایا کہ زینب کے پاس اپنی اماں جان کی سب بڑی یادگار یہی ہار تھا۔ لہذا آپ نے عوام کو خطا فرماتے ہوئے کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ ہار بھی زینب کو واپس کر دو۔ اور ابوالعاص کو بھی دیا کر دو۔ تمام مسلمانوں نے

آنحضور کی اس پاکیزہ خواہش کے سامنے سر جھکا دیے اور ہار کے ساتھ ابوالعاص کو آزاد کر دیا۔ آنحضور نے ابوالعاص سے خرید لیا کہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ روانہ کر دیں۔

ابوالعاص نے حمد کر لیا اور چلے آئے۔ جب مکہ پہنچے تو سیدہ زینب کو جانے کی اجازت دیدی۔ آپ اجازت پا کر اپنے والد ماجد کے کاشانہ نبوت پر مدینہ میں حاضر ہوئیں فتح مکہ کے کچھ عرصہ پہلے ابوالعاص اپنا اور چند دیگر کمی اموال کا مال ایک تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے جب واپس آئے تو مال مالکوں کے حوالہ کیا اور خود اللہ کی توحید اور رسول اللہ کی رسالت کا پودا سینے میں لگا کر مدینہ روانہ ہوئے۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو آنحضور علیہ السلام نے سیدہ زینب آپ کے حوالہ فرما دیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں

کہ تجدید نکاح نہیں ہوا۔ (محدثین نے احادیث سے یہی چیز ثابت فرمائی ہے)۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں واصل باللہ ہوئیں جنہو علیہ السلام نے خود آپ کو قبر میں اتارا۔ آغاز اسلام سے اپنی امان جان کی طرح مومن تھیں۔

**حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا** : آپ حضرت زینب سے چھوٹی ہیں۔ زمانہ بعثت سے پہلے آپ کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا تھا۔ لیکن جب آنحضرت علیہ السلام نے دعوت اسلام کی طرف لوگوں کو مدعو کیا اور ابولہب نے دشمنی کا اظہار کیا اور قرآن حکیم نے تبت یل الی لہب کے پاکیزہ جملہ سے اس دشمنی پر ہر تصدیق ثبت فرمادی تو ابولہب نے اپنے بیٹے کو مجبور کیا کہ وہ حضرت رقیہ کو جدا کر دے۔ اس نے ازدواجی تعلقات سے پہلے ہی آپ کو جدا کر دیا۔ اعلان نبوت کے وقت اپنی امان جان اور ہمیشہ کرم کی طرح مسلمان ہو گئی تھیں۔ اور دوسری عورتوں کے ساتھ آنحضرت علیہ السلام سے بیعت کی۔ مکہ میں ہی آپ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا گیا۔ آپ نے حضرت عثمان سے مل کر دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کو اور حضرت عثمان کو دیکھ کر دربار نبوت کے مالک

نے فرمایا تھا، نوح اور انجی بیوی کی ہجرت کے بعد عثمان اور اسکی بیوی ہجرت کر رہے ہیں جن کی ہجرت خدا کے لئے ہے۔ آپ کے بطن مبارک سے ایک فرزند ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ چھ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہی۔ حضرت عثمان ابتداءً اس کے نام پر تخلص فرمایا کرتے تھے۔ جب دوسرے مہاجرین نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی اپنے خاوند کے ساتھ مدینہ چلی گئیں۔

جنگ بدر کی طرف جب لشکر اسلام نے کوچ کیا تو آپ بیمار تھیں۔ جناب رسالت مآب نے آپکی تیمارداری کے لئے حضرت عثمان کو مقرر فرمایا۔ جنگ بدر میں لشکر اسلام فتحیاب ہوا تو آنحضرت علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ کو فتح کی خوشخبری دینے مدینہ روانہ کیا۔ جب زید مذکور مدینہ میں وارد ہوئے تو حضرت رقیہ کو دفن کیا جا رہا تھا۔ وہی وجہ ہے کہ آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر تشریف نہیں لائے۔ ہجرت کے سردیں حبشہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

جو حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عثمان جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے وہ اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر دیکھیں۔ کیا آنحضرت علیہ السلام نے حضرت عثمان کو تیمارداری کے لئے مقرر نہیں فرمایا تھا؟ اگر فرمایا ہے تو پھر اعتراض کیسا؟ حکم رسالت کے ملنے کا نام ہی توجہ دے۔ حضرت علی نے حکم رسالت مانا جنگ تبوک سے باز ہے۔ حضرت عثمان نے فرمان رسالت مانا جنگ بدر سے باز ہے۔ پھر ہوا کیا؟

**حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا** : آپ جناب رقیہ سے چھوٹی ہیں۔ بعثت سے پہلے ابولہب کے دو سر بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا۔ اور حضرت رقیہ کی طرح یہ بھی ازدواجی تعلقات سے پہلے ہی اپنے خاوند سے مذکورہ بالا سبب کی بنا پر جدا ہوئی تھیں۔

آغاز اسلام میں اپنی امان جان اور دوسری بہنوں کی طرح مسلمان ہوئیں۔ آنحضرت جب مدینہ تشریف لائے تو آپ بھی مدینہ میں آگئیں۔ جب شمشہ میں حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشائے نبوت کے ان دو نوروں نے ذوالنورین کا متم بالثا لقب حضرت عثمان کو عنایت فرمایا۔

.....

شعبان شمشہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آنحضرت آپ کی قبر پر تشریف لائے تھے۔ حضرت علی، جناب فضل اور حضرت اسامہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

۱) اب ان حضرات سے پوچھئے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت کے دوسری بیٹیاں تھیں تو انھیں میدان مبارکہ میں کیوں نہیں لایا گیا۔ جالیجناب! عقل کام لائے کہ خدا نے عنایت فرمائی ہے۔ آیت مبارکہ سے قبل ان سب صاحبزادیوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر غور فرمائیے کس طرح انہیں میدان مبارکہ میں لایا جاتا تھا؟ تفصیل طلب ہے۔ مضمون کا موضوع اجازت نہیں دیتا اس لئے



اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت نہیں کرنا چاہتا ہے  
حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

بشت سے پہلے جب کیتہ اللہ سیلاب کی وجہ سے شہید ہو چکا تھا اور دوبارہ اسکی تعمیر ہو رہی تھی۔ اور آنحضور اس کیلئے تعمیر لائے تھے۔ اور حضرت عباسؓ پھر آنحضور کو اٹھوائے تھے اسی دوران میں آپ پیدا ہوئیں۔ اپنے ابا جان اور اماں جان کے ساتھ اسلام کی حالت میں مکہ رہیں۔ جب آنحضور علیہ السلام سے ہجرت فرمائی تو آپ بھی مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ مدینہ میں آپ کے ازدواجی تعلقات حضرت علی مرتضیٰ سے استوار ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر کا سترواں سال جارہا تھا۔ اور جناب مرتضیٰ کی عمر چھبیسویں سال میں داخل ہو چکی تھی۔ اس چوڑے کو آقاؐ نے نامدارے مبارک جوڑا فرمایا۔ اور دعا وغیرہ فرمائی۔ اور برکتوں کے پھول اس نئے جوڑے پر برسائے۔

آپ کے بطن مبارک حضرت سیدنا حسن، حضرت سیدنا حسین، جناب محسن، حضرت سیدنا زینب اور حضرت ام کلثوم تولد ہوئے۔ حضرت محسن بچپن میں انتقال فرما گئے۔ حضرت سیدہ نے شہدہ ہجری میں اس دارفانی سے جہان جاودانی میں قدم مبارک رکھا۔ آپ کی نماز جنازہ میں حضرت علی، جناب ابو بکر، حضرت عباس اور جناب فضل بن عباس و دیگر صحابہ شامل تھے۔ آپ نے دورانِ مرض میں جناب اسماء بنت عمیر زہد حضرت جعفر طیار سے فرمایا میں موجودہ رسم کی میت کو اچھا نہیں سمجھتی کیونکہ مرد و عورت کی میت ایک جیسی ہوتی ہے۔ اور کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت اسماء نے جش کی ایک چادر دکھائی۔ آپ نے دیکھی تو فرمایا میرے انتقال کے بعد میری نعش پر یہ چادر ڈال دینا۔ حسب الوصیت اسی طرح کیا گیا۔ گویا سب سے پہلے آپ کی نعش مبارک کو چادر سے ڈھانپا گیا۔ اور مرد و عورت کی نعش میں تمیز پیدا کی گئی۔

اے سبحان اللہ! جن کے حیا، پاکدامنی اور عظمت کا یہ عالم ہو ان کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ انہوں نے سر پیچے،

چہرے کھولے رکھے، پردے کی پرواہ نہ کی عقل و دانش سے۔ اے اللہ! آج کی مسلمان عورت کو فاطمہ کی پیروی کی توفیق عنایت فرما۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:

اگر پند زرد ویشے پذیر ی ہزار امت میر تو نہ میری  
بتوئے باش نہ پناہ از ہر کس کہ در آغوش شبیر بگیری  
حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: آپ ماریہ قبطیہ کے بطن مقدس سے ہیں۔ یہ ماریہ مقدس نے آنحضور علیہ السلام کو چھپے طور پر دی تھیں۔ ذوالحجہ ششم میں حضرت ابراہیم ان کی گود میں لائے اور ڈیڑھ سال کی زندگی پا کر اللہ کو پیار سے ہو گئے۔ جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ کتب صحاح میں ہے کہ آپ کی جان کنی کے وقت آنحضور تشریف لائے تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں ٹوٹنی شروع ہوئیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے عرض کی، آقا! یہ کیا؟ آپ نے فرمایا یہ آنسو رحمت ہیں۔ آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں، دل محزون ہو رہا ہے، اے ابراہیم! ہم تیرے فراق سے غمگین ہیں۔ لیکن رضائے الہی کے بغیر کچھ نہیں کہتے۔ (معلوم ہوا کہ مردہ پر آنسو بہانے جائز اور واجب مانا جائز۔ یہی ہے اہلسنت کا مذہب)

حضرت ماریہ نے حضرت عمر کی خلافت میں انتقال فرمایا۔ اس تحریر سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

(۱) حضرت فاطمہ کے علاوہ آنحضور کی سب اولاد آنحضور کی زندگی میں اس جہان سے رحلت ہوئی۔ (۲) حضرت ابراہیم کے علاوہ سب حضرت خدیجہ کی گود کے نسل تھے۔ (۳) آپ کی صابنا جزیروں نے اسلام کے بعد ہجرت کی مدینہ میں وفات پائی اور وہاں ہی دفن ہوئیں۔ (۴) آنحضور علیہ السلام کی زینہ اولاد سے نسل نہیں چلی، حضرت فاطمہ کی نسل پاک سادات کے نام نامی سے مشہور ہوئی۔

# کتاب بہترین رفیق

پیغام حق: ہر حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگٹی مرحوم کی آخری حرکت الآاتقریر، مذہب شیعہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰/-  
تفسیر آیت مباہلہ: ہر شیعوں کے بڑے مخالف کا ازالہ قیمت چار آنے ۱۰/-

تفسیر آیت امامت: ہر متصف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں لفظ امام آیا ہے، اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ قیمت چار آنے ۱۰/-

کشف التلبیس حصہ دوم و سوم: جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲۱/-

تفسیر آیت میراث ارض: ہر آیت ولقد کتبنا فی الزبور سائر خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت۔ قیمت ۴/-  
علمائے ہند کی شاندار ماضی: اگر نمانیہ دینی اور سیاسی معلومات کا بے ہاد خیرو ہے۔  
سرورق رنگین، مجلد قیمت ۹/۸/-

تفسیر آیت اولی الامر منکم: ہر متصف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، آیت اطیعوا اللہ کی تفسیر۔  
شیعوں کے مخالف کا جواب۔ قیمت چار آنے ۱۰/-

غلام احمد خیر: اس کے پڑھنے سے کوئی مقبولیت پسند انسان مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۰/-  
خطبات مولانا آزاد: ہر مولانا آزاد کے خطبات جمعہ و عیدین۔ قیمت ۱۰/-

ابوالائمہ کی تعلیم: جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے، کہ کوئی شخص محبت علیؑ اور پیروکار اہل بیت نہیں بن سکتا  
جب تک مذہب اہل سنت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۸/-

افکار آزاد: ہر مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فارطیٹ ایڈیٹر زمزمہ۔ قیمت ۲۱/۴/-

تفسیر آیت معیت: ہر متصف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، آیت محمد رسول اللہ  
والذین معہ کی تفسیر، حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خلیفہ  
برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۱۰/-

## ملنے کا پتہ

مکتبہ حزب انصار و مجبر رسالہ شمس الاسلام ڈاک خانہ شمس بھیرہ (پاکستان)